تعلیم وتربیت کے لئے طلبہ کی تادیب

قرآن وحدیث اور فقہِ اسلامی کی روشنی میں

محمد جمیل اختر جلیلی

بہ اہتمام
فاران ایجوکیشنل اینڈ چیری ٹیبل ٹرسٹ، پوچری، دھنباد (جھارکھنڈ)

ناشر
مکتبۃ النظیر یوکے

تعلیم وتربیت کے لئے طلبہ کی تادیب

قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں

محمد جمیل اختر جلیلی

استاذ حدیث وادب: جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور

باہتمام

فاران ایجوکیشنل اینڈ چیری ٹیبل ٹرسٹ، پوچری، دھنباد (جھارکھنڈ)

ناشر

مکتبۃ النظیر یوکے

نام کتاب : تعلیم وتربیت کے لئے طلبہ کی تادیب

نام مؤلف : محمد جمیل اختر جلیلی

(E-mail: jamiljh04@gmail.com/Mob: 9742767667/8292017888)

سرورق وتزئین : مولانا ابراہیم جامعی ڈونگرکر

سن طباعت : ۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۵ء

تعداد : ۱۰۰۰

ناشر : مکتبۃ النظیر یوکے

قیمت : ۵۰/روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبۃ النظیر یوکے

☆ ملت بک سینٹر، کرمینجیشور، تعلقہ کنداپورا، ضلع: اڈپی (کرناٹک)

☆ جامعہ ام المؤمنین ام سلمہؓ، فردوس نگر، توپچانچی، دھنباد (جھارکھنڈ)

☆ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کنداپورا تعلق، ضلع: اڈپی (کرناٹک)

☆ دارالعلم، پوچری، دھنباد (جھارکھنڈ)

فہرست مضامین

عرض ناشر

تعلیم وتعلم کے میدان میں اکثر ایک استاذ کو اپنے شاگردوں اور تلامذہ کی تربیت واصلاح کی غرض سے تادیب اور سزا دینے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے؛ لیکن بسا اوقات اس سلسلہ میں اساتذہ کی طرف سے اس قدر زیادتی ہوجاتی ہے کہ جس کو نہ طالب علم برداشت کرتا ہے اور نہ سماج اور معاشرہ اسے اچھی نظر سے دیکھتا ہے، جس کی وجہ سے معلم واستاذ کا باوقار اور قابل احترام شعبہ داغدار ہوجاتا ہے، چوں کہ اس شعبہ سے متعلق بہت سے افراد کے سامنے تادیب وسزا کے سلسلہ میں کوئی رہنما اصول نہیں ہوتے کہ جن کی روشنی میں وہ اپنی تادیب وسزا کی حد متعین کرلیں، اسی بناء پر وہ طلبہ کی مار پیٹ میں سارے حدود کو توڑ دیتے ہیں، ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ تعلیمی اور تدریسی شعبہ سے وابستہ احباب کے لئے ایسی کوئی کتاب منظر عام پر آجائے ،جس سے وہ استفادہ کرکے شرعی اور معاشرتی حدود میں رہتے ہوئے طلبہ کی تربیت کرسکیں۔

اس ضرورت کی تکمیل رفیق محترم مفتی محمد جمیل اختر ندوی کے قلم سے مقدر تھی کہ موصوف نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر ایک اچھی کوشش کرکے مختصر ہی سہی ؛ لیکن مفید کتاب ''تعلیم وتربیت کے لئے طلبہ کی تادیب'' مرتب کی ہے، مفتی صاحب کی خدمات کا زیادہ حصہ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور کو ہی حاصل رہا ہے، اللہ تعالی نے انھیں فقہی ذوق کے ساتھ جدید موضوعات پر کام کرنے کا اچھا ملکہ عطا فرمایا ہے، اسی کی ایک کڑی پیش نظر کتاب ہے، ہمیں امید ہے کہ یقیناً یہ کتاب علمی حلقہ

میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی،اوراس کے ذریعہ دینی وعصری اداروں کے اساتذہ کوخوب فائدہ ہوگا، نیز اس کتاب میں ذکرکردہ اصول وضوابط پرعمل کی صورت میں ہرقسم کی بدنامی سے بھی حفاظت ہوگی، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کتاب کوقبولت تامہ عطافرمائے اورمؤلف کے ساتھ دیگر معاونین کے لئے بھی نجات کا ذریعہ اورسبب بنائے۔

اس کتاب کی اشاعت میں ''مکتبۃ النظیر یوکے'' نے دلچسپی لی ہے،جس کے ذمہ دار مولانا داؤدحسین ہرنیکرصاحب (امام وخطیب مسجدعائشہ لیسٹر) ہیں،انھوں نے اپنی ذاتی مصروفیت کی بناء پراس فقیرکوادارہ کی طرف سے چندسطور لکھنے کا حکم دیا تھا،انھیں کے حکم کی تعمیل میں یہ چند سطورلکھ دی ہیں،الحمدللہ مکتبۃ النظیر کے تعاون سے اب تک متعدد کتابیں شائع ہوئیں ہیں،ہم مفتی محمدجمیل اختر صاحب ندوی کے مشکور ہیں کہ وہ اپنی کتاب بھی مکتبۃ النظیر کی طرف سے شائع کرنے کوپسندفرمارہے ہیں،اللہ تعالی اس ادارہ کومزیداس طرح کے کاموں میں حصہ لینے کی توفیق عطافرمائے،آمین!

فیاض احمدمحمود برمارے حسینی

جامعہ ضیاءالعلوم کنڈلورکرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش الفاظ

(۱)

از: حضرت مولانا **عبید اللہ الأ سعدی** دامت برکاتہم
استاد جامعہ عربیہ، ہتھورا، باندہ (یوپی) وسکریٹری برائے سمینار: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

ماہِ مبارک اور تعطل کے حال میں ایک اچھی اور تحقیقی تحریر دیکھنے کو ملی، **بارک اللہ وتقبل اللہ** — تحریر میں کچھ اشارات ہیں، ان کو مزید دیکھ لیا جائے، انگریزی تعبیر کو اردو میں ضرور لایا جائے کہ اس سے اصلاً خالص اردو داں 'مدرسہ کا طبقہ' فائدہ اٹھائے گا۔

جسمانی سزا کا جواز؛ بل کہ استحسان وضرورت برحق وبجا ہے؛ مگر آج کل کے ماحول میں عالمی فضا، قوانین اور مزاجوں کا عمومی تاثر، جس سے مطلوبہ مصالح سے بڑھ کر بعض بڑے مفاسد پیدا ہوتے ہیں؛ اس لئے اس کی زیادہ ہمت افزائی نہیں کی جاسکتی۔

حق تعالیٰ اس کوشش وکاوش کو قبول فرمائے اور برادم مولانا جمیل اختر صاحب سے مزید سے مزید علمی وتحقیقی کام لے، فقط۔

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

العبد محمد عبید اللہ الأ سعدی
استاد جامعہ عربیہ، ہتھورا، باندہ

(۲)

از: حضرت مولانا **آفتاب عالم ندوی** مدظلہ العالی
ناظم: جامعہ ام المؤمنین ام سلمہؓ، فردوس نگر، دھنباد و سکریٹری: رابطہ ادب اسلامی جھارکھنڈ

مشہور صحافی کلدیپ نیر صاحب کا دوڈھائی سال قبل روزنامہ راشٹریہ سہارا میں ایک مضمون چھپا تھا، اس میں انھوں نے بتایا تھا کہ جس وقت روس کا سقوط ہوا، دنیا کا یہ سپرپاور بکھرا، اس وقت میں لندن میں تھا، میں برطانیہ کی وزیراعظم مسز تھیچر کو مبارک باد دینے گیا، میں نے کہا: ''مغربی فکروفلسفہ کے مقابلہ میں کمیونزم کی شکست وریخت مبارک ہو''، انھوں نے جواب میں کہا: ''اب مغرب کو اس سے بھی بڑے دشمن سے لڑنا ہے، اور وہ ہے اسلام''۔

اگرچہ تقریباً ڈیڑھ صدی سے یورپ کے مفکرین ومحققین خاص طور پر مستشرقین اسلام کے فکروفلسفہ، حضور ﷺ کی ذات گرامی، حدیث وسیرت اور شریعت کے احکام خصوصاً خواتین سے متعلق احکام کو نشانہ بنارہے ہیں؛ البتہ درمیان میں روس کے عروج وترقی کے دور میں اس شرانگیزی میں نسبتاً کمی رہی؛ لیکن روس کے انہدام کے بعد یورپ نے اپنے تمام تر وسائل واسباب، اپنی موروثی مکاریوں وعیاریوں اور پورے جوش وحمیت کے ساتھ اسلام کے خلاف جاری جنگ کو تیزتر کرنے اور فیصلہ کن مرحلہ تک پہنچانے کا فیصلہ لیا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس جنگ میں روس بھی بھرپور انداز میں شامل ہوگیا، اس جنگ میں یورپ کا سب سے کارگر اور کامیاب ہتھیار ذرائع ابلاغ ہے، اس کے ذریعہ اس نے اسلامی فکروفلسفہ اور اسلامی فقہ وقانون کو آؤٹ آف ڈیٹ؛ بل کہ اسے غیرانسانی اور ظالمانہ ثابت کرنے کی کوشش کی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر تو غیر خود اپنے بھی بہت سے

یہ سمجھنے لگے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ فقہ اسلامی کے بہت سے مسائل واحکام؛ بل کہ قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور بہت سے احکام آج کے دور کے لئے موزوں نہیں ہیں، بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان، جو نماز کے بھی پابند ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے یہ احکام اس زمانہ کے لئے تھے، جب انسانوں کی ذہنی وفکری سطح آج کی طرح بلند نہیں تھی، آج انسان ہر میدان میں تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے، کائنات کے سربستہ رازوں سے واقف ہو رہا ہے، نئے نئے جہان دریافت ہو رہے ہیں، علمی وفکری دھماکوں کے اس عہد میں آج سے چودہ سو سال پہلے کے قوانین وافکار کہاں کارآمد ہو سکتے ہیں؟ لیکن حقیقت یہ ہے جیسا کہ ایک مشرقی مفکر نے کہا تھا کہ ''یورپ چاہے مچھلی کی طرح سمندروں میں تیر رہا ہو اور چڑیوں کی طرح آسمانوں اور فضاؤں میں اُڑ رہا ہو؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج تک انسانوں کی طرح زمین پر اسے چلنا نہیں آیا''؛ لیکن اسکے باوجود اپنے بے پناہ وسائل، ٹکنالوجی، سائنس اور حیرت انگیز ذرائع ابلاغ کی مدد سے وہ دوسروں کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کر رہا ہے، اس کی یہ کوشش رنگ نہیں لا رہی ہے، یہ کہنا حقیقت کا انکار ہوگا۔ آج پوری دنیا رہن سہن اور تمدن ومعاشرت میں بھی یورپ کی تقلید کو باعث فخر سمجھ رہی ہے، لڑکیوں اور عورتوں کے سلسلہ میں ہماری فکر وسوچ اور طرز عمل میں جو غیر معمولی تبدیلی آئی ہے، اسے بتانے کی ضرورت نہیں، اسلام میں عورت کا اصل دائرۂ کار گھر، اولاد کی پرورش و پرداخت اور گھر کو سکون واطمینان کا گہوارہ بنانا ہے اور یہ ذمہ داری اس کی ذہنی وجسمانی ساخت و بناوٹ سے پوری طرح ہم آہنگ اور اس کی فطرت کے عین مطابق ہے؛ لیکن اب ہم مسلمان بھی اسلام کی تمام ہدایات وتعلیمات کو نظر انداز کر کے اور تمام خرابیوں ومفاسد سے آنکھیں بند کر کے لڑکوں ہی کی طرح لڑکیوں کو ہر میدان میں بھیج رہے ہیں اور اس کے لئے ہم قربانیاں بھی دے رہے ہیں، اچھے اچھے خاندانی اور نماز روزہ کے پابند مسلمانوں کی بیٹیاں غیروں کے ساتھ بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہیں،

یہ انتہائی دل خراش وغم انگیز صورت حال ہے۔

''تعلیم وتربیت کے لئے طلبہ کی تادیب''میں اسی طرح کے ایک مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے، نئی تہذیب میں مار پیٹ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، آپ کے بچے آپ کے سامنے کوئی غلط سے غلط کام کریں، دینی، اخلاقی اور سماجی قدروں کو پامال کریں، آپ کچھ نہ بولیں، ورنہ قانون آپ کو سلاخوں کے پیچھے ڈال دے گا، نئی تہذیب کی رو سے آپ استاد، مربی، باپ، بڑے بھائی اور چچا نہیں؛ بل کہ آپ ان کے دشمن ہیں، ذہنی وجسمانی اذیت پہنچانے والے اور انسانی حقوق کو پامال کرنے والے ہیں، اب خرد جنوں اور جنوں خرد، بدتہذیبی تہذیب اور تہذیب بدتہذیبی، حیاو پردہ پتھر کے زمانہ کی رسم اور بے پردگی وبے حیائی فن اور آرٹ ہیں۔

عزیز گرامی مولانا جمیل اختر جلیلی سلمہ اللہ نے زیرنظر مضمون ''تعلیم وتربیت کے لئے طلبہ کی تادیب''میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تعلیم وتربیت کے لئے مار پیٹ، ڈانٹ ڈپٹ اور رائج دوسری سزاؤوں اور تادیبی کارروائیوں کا جائزہ لیا ہے، ان کے احکام بیان کئے ہیں، تادیب کی تعریف، اس کی مشروعیت، عام طور پر طلبہ میں پائی جانے والی شرارتوں اور کوتاہیوں اور ان کے لئے مروج سزاؤوں اور تادیبی کارروائیوں کے شرعی احکام بیان کرنے کے ساتھ سزا کے طور پر مالی جرمانہ سے بھی بحث کی ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف، ان کے دلائل، پھر دلائل کی روشنی میں دور حاضر کے علماء وفقہاء کی آراء کو نقل کر کے فاضل مضمون نگار نے ایک پہلو کو ترجیح دی ہے اور جو بھی بیان کیا ہے مستند ومعتبر حوالوں سے بیان کیا ہے، مضمون شگفتہ زبان، سہل اور حسن ترتیب کا آئینہ دار ہے۔

عزیز موصوف کے متعدد مضامین مختلف موضوعات پر مؤقر رسالوں میں شائع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، ''آداب قضاء (فقہ شافعی)''ان کی باقاعدہ تصنیف ہے، اہل

علم نے اسے سراہا، ایک عرصہ سے افتاء کے شافعی طلبہ کو پڑھانے اور ان کے تحقیقی کاموں کی نگرانی ورہنمائی کی وجہ سے مختلف فقہی مذاہب کا اچھا مطالعہ ہے، یہ مضمون اہل علم کے لئے عموماً اور اساتذہ، مدرسین اور اداروں کے منتظمین وذمہ داروں کے لئے خصوصاً لائق مطالعہ وقابل استفادہ ہے۔

گوں ناگوں رشتہ وتعلق کی وجہ سے عزیز موصوف کے اس طرح کے کاموں سے طبعی طور پر دلی خوشی ہوتی ہے، دعا ہے کہ اللہ ان کی عمر وصحت، علم وعمل اور تحریر وتصنیف میں برکت دے اور امت کو ان کی صلاحیتوں سے زیادہ سے زیادہ فیض پہنچائے، آمین!

۲۲/ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

آفتاب عالم ندوی
ناظم: جامعہ ام سلمہؓ، فردوس نگر، دھنباد (جھارکھنڈ)
E-mail: aftabnadwi@gmail.com

(۳)

از: حضرت مولانا مفتی **محمد شہاب الدین قاسمی** مدظلہ العالی
ناظم: معہد القرآن الکریم، مدنی مسجد، نوادہ، ہزاریباغ وجنرل سکریٹری: جمعیۃ علماء جھارکھنڈ

الحمدللّٰہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ أمابعد!

اصلاح وتربیت کے سلسلے میں سب سے پہلی اور سب سے آخری بات یہ ہے کہ جو اصلاح بچوں میں پیدا کرنی ہے، معلم کا فرض ہے کہ وہ خود اس کا نمونہ بن جائے، معلمِ خیر کا اپنے شاگردوں کے لئے معیار اور مثالی بننا ہی تادیب کے باب کا خوبصورت عنوان ہے۔

کامیاب معلم کی دوسری بڑی پہچان یہ ہے کہ اُن سے اجنبی اور نئے بچے جتنی جلد ممکن ہو سکے مانوس ہو جائیں، ایک گھبرایا ہوا بچہ نہ کچھ سمجھ سکتا ہے اور نہ یاد رکھ سکتا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ معلم کے روکھے اور کھردرا معاملے سے بسا اوقات طالب علم کو مدرسہ اور تعلیم سے نفرت ہو جاتی ہے اور دائمی جہالت اپنے لئے مقدر کر لیتا ہے۔

استاد کی ادنیٰ بے توجہی اور ناراضگی سے طالب علم بے چین اور پریشان ہو جائے، آپ کی گرم نگاہی سے ہی وہ اپنی اصلاح کر لے اور آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے، طالب علم کے جرم پر استاد کا غصہ آنا فطری امر ہے؛ لیکن غصہ میں اگر استاد بے قابو ہو جائے تو اصلاح وتادیب کے بجائے وہ مار فساد کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

طلبہ میں بے جا خوف ودہشت کے ماحول کو پیدا کرنے سے اُن کے درمیان جھوٹ جیسا

مہلک مرض پیدا ہوجاتا ہے اور جھوٹ خود ایسا بنیادی جرم ہے، جس سے بہت سی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں؛ اس لئے حضرات اساتذۂ کرام کو تادیب کے سلسلے میں جناب رسول اللہ ﷺ کی روشن ہدایات کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔

زیرِ نظر کتاب "**تعلیم وتربیت کے لئے طلبہ کی تادیب**" میں مؤلف محترم عزیز گرامی قدر جناب مفتی محمد جمیل اختر جلیلی صاحب نے فقہ اسلامی اور نبوی ہدایات علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں تادیب کے مختلف طریقوں پر مدلل روشنی ڈالی ہے، خوبصورت اندازِ تحریر کے ساتھ تعلیمی اداروں میں مروج تادیبی طریقوں کو اجاگر کرتے ہوئے کتبِ حدیث وفقہ کے معتبر حوالوں کے ساتھ اُن میں ممکنہ اصلاح کی کوشش بھی کی ہے، اس علمی اور اصلاحی کاوش پر احقر فاضل مؤلف کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے اور قوی امید کرتا ہے کہ مؤلف کی دیگر تالیفات کی طرح یہ کتاب بھی اوساطِ علمیہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی، نیز مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ کے لئے رہنما ثابت ہوگی، واللہ الموفق وھو یھدی السبیل!

۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ
۴/ ستمبر ۲۰۱۵ء، یوم جمعہ

محمد شہاب الدین قاسمی
ناظم: معہد القرآن الکریم، مدنی مسجد، نوادہ، ہزاریباغ
جنرل سکریٹری: جمعیۃ علماء جھارکھنڈ

ابتدائیہ

حامداً ومصلیاً أما بعد!

اسلام ایک ایسا دین ہے، جس نے اپنے پیروکاروں کو تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق حدود وآداب نہ صرف یہ کہ بتلائے؛ بل کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کو عملی طور پر سکھائے بھی ہیں، ان حدود وآداب کی رعایت ہر مسلمان کو کرنی چاہئے۔

تعلیم وتعلم اور درس وتدریس بھی انسانی زندگی کا ایک شعبہ ہے؛ بل کہ عصر حاضر میں یہ ایک ایسا اہم شعبہ ہے، جس کی طرف ہر خاص وعام کی یکساں توجہ ہے اور جس کے لئے زمین وجائیداد کی فروختگی سے لے کر فقر وفاقہ کی زندگی تک کو گوارکیا جاتا ہے، اس اہم شعبہ کی حیثیت ایک کارخانہ کی ہے، جہاں مسِ خام کو کندن اور ذہن ودماغ کو روشن بنایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے بعض دفعہ ''تادیب'' کی ضرورت پڑتی ہے، پیش نظر رسالہ میں اس کی شرعی حیثیت اور حدود وآداب کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس رسالہ کو ترتیب دینے کا داعیہ ملک کے معروف ادارہ جامعہ ام المؤمنین ام سلمہؓ، دھنباد (جھارکھنڈ) میں تدریس کے دوران ہوا تھا؛ بل کہ مرتب بھی ہو گیا تھا (لیکن زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا تھا)؛ اس لئے اس رسالہ کو اسی کے نام معنون کرتا ہوں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو ایک ایسا روشن چراغ بنائے رکھے، جس کی روشنی سے گھر گھر منور ہو جائے، آمین!

اس موقع پر المعہد العالی الإسلامی حیدرآباد اور اس کے روحِ رواں استاذ گرامی قدر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اطال اللہ بقاءہ ورعاہ من کل شر وألم کو یاد نہ رکھنا بڑی

احسان ناشناسی کی بات ہوگی کہ اسی ادارہ کے پرفضا علمی ماحول کا ثمرہ اوراستاذ گرامی قدر کی علمی پرورش کا نتیجہ ہی یہ رسالہ ہے، ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ فقہی ذوق! اللہ تعالیٰ معہد کو دن دونی رات چوگنی ظاہری ومعنوی ترقی عطا کرے اور حضرۃ الاستاذ کو تادیر ہمارے سروں پر سایہ فگن رکھے، آمین یارب العالمین!

کسی موضوع (بالخصوص فقہی) پر کچھ لکھنے کے بعد کسی بڑے کے سامنے ضرور پیش کرتا ہوں؛ تاکہ میری کج فہمیوں کی اصلاح ہو جائے، اس رسالہ کو مرتب کرنے کے بعد بھی میں نے کئی بزرگوں کے سامنے اسے پیش کیا، میرے لئے سعادت کی بات ہے کہ ہر بزرگ نے حرفاً حرفاً اسے پڑھا اور میری بعض اہم غلطیوں کی طرف نشاندہی بھی کی، پھر میری درخواست پر پیش لفظ لکھنے کو بھی قبول فرمایا، اُن بزرگوں میں حضرت مولانا عبیداللہ الأسعدی دامت برکاتہم، عم محترم جناب مولانا آفتاب عالم ندوی مدظلہ العالی اور برادر نسبتی جناب مفتی شہاب الدین قاسمی مدظلہ العالی ہیں، میں ان تمام حضرات کا خصوصی طور پر شکرگزار ہوں کہ اول الذکر بزرگ نے بیماری اور عدیم الفرصتی کے باوجود اس حقیر کی ہمت افزائی اور علمی تربیت کے لئے اس رسالہ کو حرفاً حرفاً پڑھا، اللہ تعالیٰ صحت وعافیت سے نوازے، آمین! ثانی الذکر بزرگ تعلیمی آغاز سے ہی میرے تعلیمی راہ نمار ہے ہیں اور آج بھی ہیں؛ بل کہ انہی کے مشورے، جو میرے لئے حکم کا درجہ رکھتے ہیں، سے ہی اختصاص فی الفقہ کی منزل تک میں پہنچا ہوں، ورنہ شیطانی وساوس اور عمومی فضا کو دیکھتے ہوئے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے عالمیت کے بعد میں نے بھی جامعہ ملیہ دہلی کے لئے تگ ودو شروع کردی تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انھوں نے میری صحیح وقت پر گرفت کی اور مجھے مدرسی قطار سے نہ ہٹنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ انھیں صحت وعافیت سے نوازے، آمین! ثالث الذکر بزرگ بھی میری ذہنی سطح کو بلند کرنے کی فکر میں ہمیشہ سرگرداں رہے اور چوں کہ یہ میرے چھوٹے بہنوئی بھی ہیں؛ اس لئے ہر موضوع

پر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے تبادلۂ خیال ہوتا رہتا ہے، یہ بھی میرے علمی کاموں کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور سراہتے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں بھی صحت وعافیت سے نوازے، آمین!

اخیر میں والدین کا بہت بہت شکر گزار ہوں، جن کی دینی حمیت وغیرت نے ہمارے لئے دینی تعلیم کا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کروایا اور اس کے لئے ہر طرح کی تکالیف کو خود برداشت کیا؛ لیکن تعلیمی سلسلہ سے انقطاع کا حکم کبھی بھی نہیں دیا، رب ارحمهما كما ربياني صغيراً، نیز تمام بہنوں اور بھائیوں کا بھی ممنون ہوں، بالخصوص چھوٹی ہمشیرہ ام اسامہ کا، جن کے حوصلہ افزا کلمات کبھی بھی تکان محسوس نہیں ہونے دیتے اور برادر معظم مولانا شکیل اختر ندوی صاحب (امام وخطیب جامع مسجد پوچری) کا، جنھوں نے گھریلو جھمیلوں سے ہمیشہ مجھے آزاد رکھا، اللہ تعالیٰ تمام کو صحت وعافیت سے نوازے اور محبت ومودت کے ساتھ سلامت رکھے، آمین!

اسی طرح مکتبۃ النظیر یوکے کے ذمہ داران، رفیقِ درس جناب مفتی حضرت شوکت علی ندوی صاحب (مقیم قطر) اور رفیق محترم جناب مفتی فیاض احمد حسینی برمارے صاحب (استاذ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور) کا بھی مشکور ہوں، جن کی توجہِ خاص سے یہ رسالہ زیور طباعت سے آراستہ ہوسکا، نیز جامعہ ضیاء العلوم کے بانی وناظم حضرت مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی صاحب بھی شکریے کے مستحق ہیں، جو ہر علمی کام اور کام کرنے والے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور سراہتے ہیں، نیز جامعہ کے تمام اساتذہ بھی شکریے کے مستحق ہیں، جن کا ساتھ دوستانہ اور جن کے اخلاق کریمانہ ہیں، خصوصاً جناب مولانا ابراہیم جامعی صاحب کا، جنھوں نے بڑی عرق ریزی سے سرورق کی تزئین کی، اللہ تعالیٰ تمام کو جزائے خیر عطا کرے، آمین، ولله الحمد اولاً وآخراً۔

۲۰/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ — محمد جمیل اختر جلیلی
۵/ ستمبر ۲۰۱۵ء — استاذ حدیث وادب: جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تخلیقِ انسانی کے بعد ہی سے تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری ہے؛ چنانچہ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام چیزوں کا علم اُنھیں سکھایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وعلم آدم الأسماء كلها. (البقرة: ۳۱) ''اور اُس (اللہ) نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے''۔

دورِ حاضر میں طلبہ کی عمومی فطرت تعلیم سے فرار اور پڑھنے لکھنے میں عدم دلچسپی ہے، جس کی وجہ سے سرپرستوں، اساتذہ اور اتالیق حضرات اُن کی تنبیہ اور تادیب پر مجبور ہوتے ہیں؛ کیوں کہ تعلیم صرف معلومات کی منتقلی اور نامعلوم وادی سے معلوم وادی تک پہنچا دینے کا نام نہیں؛ بل کہ اس کے مقاصد میں شخصیت کی تعمیر وتشکیل اور قلب ودماغ کی تربیت اور تزکیہ سرفہرست ہے؛ اس لئے بادلِ نخواستہ تادیب کرنی پڑتی ہے۔

تادیب کے سلسلہ میں اگرچہ تمام ممالک کا عمومی قانون یہ ہے:

It prohibits: physical punishment
and mental harassment. (RTE)

جسمانی طور پر سزا دینا اور ذہنی اعتبار سے پریشان کرنا ممنوع ہے۔

لیکن تعلیم کے دوران اگر تادیب وتنبیہ نہ ہو تو تعمیر وتشکیل اور تربیت وتزکیہ تو کجا، معلومات کی منتقلی بھی دشوار ہو جاتی ہے؛ اِسی لئے تعلیم خواہ دینی ہو یا دنیاوی، ہر ایک میں تادیب کی جاتی ہے؛ تاکہ تعلیم حاصل کرنے والا مثقف (Intelectual) اور ایک اچھا انسان بن کر نکلے۔

تادیب کی حقیقت

لفظِ تادیب ''ادب'' سے مشتق ہے، جس کے معنی ''سلیقہ وشائستگی'' کے آتے ہیں، پھر اس

معنی کووسعت دے کراُن تمام چیزوں سے آگہی کو'ادب' کہا جانے لگا، جن کے ذریعہ سے ایک انسان ہرطرح کی لغزشوں سے بچ سکے، علامہ جرجانیؒ لکھتے ہیں:

الأدب: عبارة عن معرفة مايحترز به عن جميع أنواع الخطاء.(١)

ادب ایسی جان کاری سے عبارت ہے، جس کے ذریعہ تمام غلطیوں سے بچا جاسکے۔

پھر جب اِس لفظ کو باب تفعیل میں لے گئے تو اس کے معنی ''ادب واخلاق سکھانے'' کے ہوئے، معجم الوسیط میں ہے:

أدّبه': راضه' على محاسن الأخلاق.(٢)

'أدّب' کے معنی محاسنِ اخلاق کا عادی بنانا ہے۔

اب عادی بنانے میں کبھی ڈانٹ ڈپٹ اور کبھی ہلکی پھلکی مار کی بھی ضرورت ہوتی ہے؛ اِس لئے اصطلاح میں 'تادیب' ہلکی مار اور ڈانٹ ڈپٹ وغیرہ کو کہتے ہیں، ڈاکٹر رواس قلعہ جیؒ لکھتے ہیں:

التأديب: هو الضرب الخفيف، والتوبيخ ونحوه من ذى الولاية بغية الإصلاح.(٣)

تادیب اصلاح کی غرض سے اولیاء یا اورسرپرستوں کی ڈانٹ ڈپٹ اور ہلکی مار کو کہتے ہیں۔

تادیب کی مشروعیت

'تادیب' کی مشروعیت نقلی اور عقلی دونوں اعتبار سے ثابت ہے، جہاں تک نقلی دلائل کا

---

(١) كتاب التعريفات، ص: ٣٢، ط: شركة القدس، قاهره ٢٠٠٧ء

(٢) المعجم الوسيط، مادة: ادب

(٣) معجم لغة الفقهاء، ص: ٨٦، ط: دارالنفائس، بيروت

تعلق ہے تو وہ درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاأیھاالذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم ناراً. (التحریم: ٦)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔

اِس آیت کی تفسیر میں امام ابوبکر جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:

(قوا أنفسکم و أھلیکم) **دلالۃٌ علی أنه یتوجب علینا تعلیم أولادنا وأھلینا الدین والخیر، وما لایستغنی عنه من الآداب.** (۴)

(قوا أنفسکم واھلیکم) میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہم پر اپنے بچوں اور گھر والوں کو دین، بھلائی اور اُن کے ضروری آداب سکھانا لازم ہے۔

اور آداب سکھانے میں کبھی تو ڈانٹ ڈپٹ سے کام چل جاتا ہے؛ لیکن کبھی مار کی بھی ضرورت پیش آتی ہے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح ہو سکے دین دار بنانے کی کوشش کرے۔ (۵)

---

(۴) احکام القرآن: ٥ / ٣٦٥، ط: داراحیاء التراث العربی، بیروت ١٩٩٢ء، نیز دیکھئے: احکام القرآن لابن العربی: ٤ / ٣٠٠، ط: دارالکتب العلمیة، بیروت

(۵) تفسیر عثمانی، ص: ۱۶۱۹، ط: کراچی

۲- قرآن مجید میں ہے:

وللرجال عليهن درجة. (البقرة: ۲۲۸)

عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

اِس آیت کے ضمن میں امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

قيل: جواز الأدب.(۶)

یہ بات کہی گئی ہے کہ (اِس آیت سے) ادب سکھانے کا جواز (معلوم ہوتا) ہے۔

۳- ارشادِ باری ہے:

الرجال قوامون على النساء. (النساء: ۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

اِس آیت کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

أي: الرجل قيّم على المرأة، أي: هو رئيسها وكبيرها والحاكم عليها ومؤدّبها إذا اعوجت.(۷)

مرد کے عورت پر حاکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُس کا سردار، اُس کا بڑا، اُس کا حاکم اور کج روی کے وقت اُس کی تادیب کرنے والا ہے۔

مشہور مفسر علاء الدین علی بن محمد الخازنؒ "قوّام" کے معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۶) احکام القرآن: بر تفسیر سورۂ بقرہ: ۲۲۸

(۷) تفسیر ابن کثیر: بر تفسیر سورۂ نساء: ۳۴

والقوام: هو القائم بالمصالح والتدبير والتأديب.(۸)

قوّام وہ ہے، جو تدبیر ومصالح کو انجام دے اور تادیب کر سکے۔

امام جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:

قيامهم عليهن بالتأديب والتدبير والحفظ والصيانة لما فضل الله به الرجل على المرأة فى العقل والرأى.(۹)

اللہ تعالیٰ نے عقل ورائے کی وجہ سے مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت عطا کی ہے، اس کی وجہ سے وہ اُن کی تادیب، تحفظ اور اُن کے لئے انتظام وانصرام کا ذمہ دار ہے۔

۴- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واللاتى تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فى المضاجع واضربوهن.(النساء: ٣٤)

اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو اُنھیں زبانی نصیحت کرو اور اُنھیں اُن کے بستروں پر جدا رکھو اور اُنھیں مارو۔

اِس آیت کی توضیح کرتے ہوئے ابن جزیؒ لکھتے ہیں:

هذه أنواع من تأديب المرأة إذا نشزت على زوجها.(۱۰)

یہ شوہر کی عدمِ اطاعت پر عورت کی تادیب کی قسمیں ہیں۔

---

(۸) تفسیر الخازن: بر تفسیر سورۂ نساء: ٣٤

(۹) احکام القرآن: ٣ / ١٤٨، ط: دار احیاء التراث العربی، بیروت ١٩٩٢ء

(۱۰) التسهيل لعلوم التنزيل: ١ / ٢٥٨

۵- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وقولوا لهم قولاً معروفاً. (النساء:۵)

اور اُن سے معروف بات کہو۔

اِس آیت کی تفسیر میں امام جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:

وقدقيل: إنه جائز أن يكون القول المعروف ههنا: التأديب والتنبيه على الرشد والصلاح والهداية للأخلاق الحسنة.(۱۱)

اور کہا گیا ہے کہ یہاں قول معروف سے مراد اخلاق حسنہ کے لئے تادیب اور رشد وہدایت اور اصلاح پر تنبیہ ہے۔

جس طرح قرآن مجید سے تادیب کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے، اُسی طرح احادیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوتی ہے؛ چنانچہ حضرت جابرؓ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱- اتقوا الله فى النساء، فإنكم أخذتموهن بأمانة الله، واستحللتم فروجهن بكلمة الله، ولكم عليهن ألا يؤطئن فرشكم أحداً تكروهونه، فإن فعلن ذلك فاضربوهن ضرباً غير مبرح.(۱۲)

عورتوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، تم لوگوں نے اُنھیں اللہ کی امانت سمجھ کر حاصل کیا ہے اور اُن کی شرم گاہوں کو اللہ کے کلمہ

(۱۱) احکام القرآن:۲ / ۳۵۵

(۱۲) مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۱۲۱۸

کے ذریعہ سے حلال سمجھا ہے، اُن پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ایسے آدمی کو نہ آنے دیں، جن کو تم ناپسند کرتے ہو؛ (لیکن) اگر وہ ایسا ہی کریں تو تم اُنھیں ہلکی مار مار سکتے ہو۔

اِس حدیث کے ضمن میں امام نوویؒ لکھتے ہیں:

وفی هذا الحدیث: إباحة ضرب الرجل امرأته للتأدیب. (۱۳)

اوراس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تادیب کے لئے بیوی کو مارنے کی اجازت ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۲- مروا أولادکم بالصلاة وهم أبناء سبع سنین، واضربوهم علیها وهم ابناء عشر، وفرقوا بینهم فی المضاجع. (۱۴)

اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو، جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور نماز چھوڑنے پر اُنھیں مارو، جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور اُن کے بستروں کو جدا کر دو۔

اِس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام عینیؒ لکھتے ہیں:

......وإنما أمر بالضرب عند عشر سنین؛ لأنه حینئذ یقرب

---

(۱۳) شرح مسلم للنووی: ۸ / ۱۸۳، ط: المطبعة المصریة بالأزهر

(۱۴) ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة، حدیث نمبر: ۴۹۵

إلى البلوغ، والضرب قبل البلوغ بطريق التأديب، وبعده بطريق الزجر والتعزير.(۱۵)

دس سال پر مارنے کا حکم دیا گیا ہے؛ کیوں کہ اس وقت وہ بالغ ہونے کے قریب ہوتا ہے، اور بلوغ سے پہلے مار تادیب کے طور پر ہوا کرتی ہے، جب کہ بلوغ کے بعد زجر اور تعزیر کے طور پر ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

۳- مانحل والد ولده أفضل من أدب حسن.(۱۶)

کسی والد نے اپنے بچے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔

اِس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ مناویؒ لکھتے ہیں:

أي: من تعليمه ذلك ومن تأديبه بنحو توبيخ وتهديد وضرب على فعل الحسن وتجنب القبيح، فإن حسن الأدب يرفع العبد المملوك إلى رتبة الملوك.(۱۷)

یعنی اچھے کام کے کرنے اور برے کام سے بچنے کے لئے مار، ڈانٹ ڈپٹ اور زجر کے ذریعہ سے تعلیم دے کر اور تادیب کر کے، کہ اچھے ادب کی وجہ سے غلام بندہ بادشاہ کے رتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

---

(۱۵) شرح سنن أبي داؤد: ۲/ ٤١٤، ط: مكتبة الرشد، رياض ١٩٩٩ء

(۱۶) المستدرك للحاكم وقال:هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه،كتاب الأدب، حدیث نمبر: ٧٦٧٩

(۱۷) التيسير بشرح الجامع الصغير، حرف الميم: ٢ / ٧١٥

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

۴- کلکم راع ومسئول عن رعیته، والرجل فی أهله راع، وهو مسئول عن رعیته، والمرأة فی بیت زوجها راعیة ومسئولة عن رعیتها، والخادم فی مال سیده راع، وهو مسئول عن رعیته.(۱۸)

تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا، مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، بیوی اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، خادم اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اِس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام نوویؒ لکھتے ہیں:

قال العلماء: الراعی هو الحافظ المؤتمن الملتزم صلاح ماقام علیه وماهو تحت نظره، ففیه أن کل من تحت نظره شئ فهو مطالب بالعدل فیه والقیام بمصالحه فی دینه ودنیاه ومتعلقاته.(۱۹)

علماء فرماتے ہیں کہ 'راعی' اس امانت دار نگراں کو کہتے ہیں، جو اپنی

(۱۸) بخاری، باب العبدراع فی مال سیده ولا یعمل إلا بإذنه، حدیث نمبر: ۲۴۰۹

(۱۹) شرح النووی علی مسلم، باب فضیلة الأمیرالعادل وعقوبة الجائر: ۱۲/۲۱۳

ذمہ داری اوراپنے ماتحت کی درستگی اورسلامتی کاالتزام کرتاہو؛
چنانچہ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہر شخص اپنے ماتحت کے
ساتھ عدل وانصاف کامعاملہ کرے اوراس کے دینی ودنیوی
مصلحتوں کوانجام دے۔

امام خطابیؒ لکھتے ہیں:

معنى الراعي ههنا: الحافظ المؤتمن على مايليه، يأمرهم بالنصيحة فيمايلونه، ويحذرهم أن يخونوا فيماوكل إليهم منه أويضيعوا، وأخبرأنهم مسئوولون عنه ومؤاخذون به.(۲۰)

یہاں 'راعی' کے معنی اپنے ماتحتوں کاامانت دارنگراں ہے، جو
انھیں خیرخواہی کاحکم دیتاہے اورذمہ داریوں میں خیانت کرنے
یاضائع کرنے سے چوکنا کرتاہے اوربتاتاہے کہ اس سلسلہ میں
ان سے پوچھ تاچھ ہوگی اورمواخذہ بھی ہوگا۔

عقلی دلائل

نقلی دلائل کے بعد جب ہم عقلی طورپرغور کرتے ہیں تو بھی اِس کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ انسان کی خمیر میں ''غلطی'' کامادہ بھی ودیعت کیا گیاہےاورجب غلطی پائی جائے گی تو اُس پرتنبیہ بھی کی جائے گی،سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ اورحضرت حواؑ کوایک درخت کے پھل کوکھانے سے منع کیا گیا؛لیکن تزویرِ شیطانی کی وجہ سے وہ پھل کھا گئے،قرآن مجید میں اس کی

(۲۰) معالم السنن، كتاب الإمارة والفئ والخراج، حدیث نمبر: ۲۹۲۸: ۳ / ۲۳۱

حکایت اِس طرح کی گئی ہے:

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلاَ مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هَـٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الْظَّالِمِينَ. (البقرة:٣٥)

اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ (پیو)؛ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا، نہیں تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔

حضرت آدمؑ کی اِس لغزش پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی اور بطورِ تنبیہ کے حکم دیا:

قُلْنَا اهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعاً. (البقرة:٣٨)

ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔

اِس آیت کی تفسیر میں امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

لم يكن إخراج الله تعالىٰ آدم من الجنة وإهباطه منها عقوبة له؛ لأنه أهبطه بعد أن تاب عليه وقبل توبته، وإنما أهبطه إما تأديباً وإما تغليظاً للمحنة. (٢١)

اللہ تعالیٰ کا حضرت آدمؑ کا جنت سے اتارنا سزا کے طور پر نہیں تھا؛ کیوں کہ یہ توبہ کے بعد کا واقعہ ہے؛ بل کہ یہ تادیب اور آزمائش میں سختی کے طور پر تھا۔

عقلی طور پر تادیب کی مشروعیت کو بتاتے ہوئے علامہ مناویؒ لکھتے ہیں:

---

(٢١) الجامع لاحکام القرآن: بر تفسیر سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ٣٦: ١/ ٤٧٦

إنـمـا كـان التـأديـب مأموراًبه؛ لأن النفس مجبولة علىٰ سوء الأدب. (۲۲)

تادیب کا حکم دیا گیا ہے؛ کیوں کہ نفس سوءادب کا خوگر ہے۔

مذکورہ تمام دلائل اوراُن کی توضیحات وتشریحات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اسلامی شریعت نے تادیبی کارروائی کرنے کی اجازت دی ہے۔

لغزشیں اوران پر ملنے والی تادیب وسزا

تادیب کی حقیقت اوراس کی مشروعیت جان لینے کے بعداُس کے آداب وشرائط جاننے سے پہلے ایک نظراُن غلطیوں اورلغزشوں اوراُن پر ملنے والے تادیبی طریقوں پر بھی ڈال لینی چاہئے، جوآج کل تعلیمی اداروں میں عموماً مروج ہیں:

لغزشیں

۱- سبق یادنہ کرنا: بعض طلبہ ایسے ہوتے ہیں، جوپڑھائے ہوئے اسباق یادکر کے نہیں آتے، ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی غلطی ہے، جس سے خودطلبہ کی تعلیمی لیاقت میں کمی آتی ہے اوراس کی ساری ذمہ داری ادارہ پرہوتی ہے؛ اِس لئے ادارہ بھی اس کے لئے فکرمند ہوتا ہے اوراساتذہ کواس پرتادیب کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

۲- ہوم ورک پورانہ کرنا: حفظِ اسباق کی طرح ہوم ورک بھی تعلیم کے لئے ایک ضروری چیز ہے،بعض طلبہ اس میں کوتاہی کرتے ہیں،اس پربھی تادیب کی جاتی ہے۔

۳- دورانِ تدریس کھیلنا: بعض شرارتی قسم کے طلبہ تدریس کے دوران کھیلتے رہتے ہیں،وہ پڑھائے جانے والے سبق کوتوجہ سے نہیں سنتے اوریہ چیزبھی تعلیمی لیاقت میں مانع بنتی ہے،

(۲۲) التيسير بشرح الجامع الصغير: ۱/ ۱۰٤، ط: مكتبة الإمام الشافعي، رياض ۱۹۸۸ء

بعض ذہین طلبہ بھی ایسی حرکت کرتے ہیں، ایسی صورت میں بھی تادیب کی جاتی ہے۔

۴- ایک گھنٹے میں دوسرے گھنٹے کا کام کرنا: بعض طلبہ ہوم ورک کرکے درجہ نہیں آتے، اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ دوسرے گھنٹے (Period) میں تدریس کے دوران چھپ چھپا کر ہوم ورک کرتے رہتے ہیں، ایسی صورت میں طالب علم دو غلطیاں کررہا ہوتا ہے، پہلی غلطی تو یہ ہوتی ہے کہ وہ توجہ سے سبق نہیں سنتا، جب کہ دوسری غلطی دوسرے گھنٹے میں ہوم ورک کرنا ہے، ایسے موقع پر بھی تادیب کی جاتی ہے۔

۵- تدریس کے دوران سونا: بعض طلبہ سستی وکاہلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تدریس کے دوران سونے لگتے ہیں، ایسے طلبہ کی بھی تادیب کی جاتی ہے۔

۶- بدتمیزی کرنا: کچھ طلبہ ایسے ہوتے ہیں، جن کی فطرت کے اندر خباثت بھری رہتی ہے، ایسے طلبہ بدتمیزی کرتے نظر آتے ہیں؛ چنانچہ کبھی وہ اساتذہ کے ساتھ زباں درازی کرتے ہیں، کبھی اُن کو کمزور دیکھ کر اُن پر ہاتھ بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں اور موڈرن زمانہ میں بندوق بھی تان لیتے ہیں، کبھی اساتذہ کے جوتے چپل چھپا دیتے ہیں، بسا اوقات گھٹیا اور بے ہودہ ناموں سے اُنھیں پکارتے ہیں، اِسی طرح بعض دفعہ اُن کے بچوں کو اغوا بھی کرلیتے ہیں، یہ بدتمیزی کی حد سے آگے بڑھ کر بھیانک جرم کے دائرے میں داخل ہوجاتا ہے، ایسے موقعوں پر بھی تادیب کی جاتی ہے؛ بل کہ بسا اوقات قانونی سزا بھی دی جاتی ہے۔

۷- چوری کرنا: عمومی طور پر طلبہ پڑھنے کے لئے ہی تعلیمی اداروں میں داخلہ لیتے ہیں، تاہم ایسے بچوں کا بھی داخلہ ہوجاتا ہے، جو طلبہ کے روپے پیسے اور دیگر اسباب کی چوری کرتے نظر آتے ہیں، چوری کرنے والے طلبہ میں ایک تو وہ ہوتے ہیں، جو بے چارے غربت کی بنا پر ایسا کرتے ہیں؛ لیکن کچھ فطرتاً بھی ایسا کرتے ہیں، پکڑے جانے کی صورت میں ان کی بھی تنبیہ کی

جاتی ہے۔

۸- ادارہ کی چیز کو نقصان پہنچانا: کبھی کسی طالب علم کو کوئی سزا ملتی ہے، جس کا انتقام وہ ادارہ کی کسی چیزوں کو نقصان پہنچا کر لیتا ہے، ایسے میں بھی تادیب کی جاتی ہے۔

۹- کمزور یا چھوٹے طلبہ کو ستانا: بہت سارے اداروں میں بالخصوص عصری درس گاہوں میں اپنے سے کمزور یا چھوٹے (عمر یا درجہ کے اعتبار سے) طالب علم کو طاقت ور یا بڑا (عمر یا درجہ کے اعتبار سے) طالب علم ستاتا ہے، جس کو ریگنگ بھی کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے طالب علم بسا اوقات خودکشی بھی کر لیتا ہے، معلوم ہو جانے پر ایسی صورت میں بھی تادیب کی جاتی ہے۔

۱۰- نماز چھوڑنا: کہتے ہیں کہ ایک طالب علم کے ساتھ کئی کئی شیطان رہتے ہیں، لہٰذا وہ اچھے کاموں سے روکنے کی بھی ممکن حد تک کوشش کرتے ہیں، شیطان کے اس چکر میں پھنس کر بے چارے کئی طالب علم نمازیں چھوڑتے رہتے ہیں، دینی اداروں میں اس پر تادیب کی جاتی ہے۔

۱۱- احتجاج و ہڑتال کرنا: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طلبہ یک جُٹ ہو کر کسی بات کا مطالبہ کرتے ہیں، مثلاً: کسی استاذ کے نکالنے کا مطالبہ، اور مطالبہ پورا نہ ہونے پر احتجاج اور ہڑتال کرتے ہیں، ادارہ کا نظم ونسق درہم برہم کرتے ہیں، ایسی صورت میں بھی تادیب کی جاتی ہے۔

تعلیمی اداروں میں مروج تادیبی طریقے

طلبہ سے صادر ہونے والی غلطیوں پر سرسری نظر ڈال لینے کے بعد اب اُن سزاؤں کو بھی دیکھتے چلیں، جو تعلیمی اداروں میں مروج ہیں:

۱- مار: یہ سزا حکومتی سطح پر ممانعت کے باوجود تقریباً اُن تمام اداروں میں رائج ہے، جہاں چھوٹے چھوٹے بچے (پرائمری) تعلیم حاصل کرتے ہیں، خواہ اسکول ہوں یا مدارس، ہاں

کمیت میں کمی بیشی ممکن ہے، نیز اس کے ذرائع بھی مختلف ہوتے ہیں:

مارنے کے ذرائع

مارنے کے ذرائع مختلف اداروں میں مختلف ہوتے ہیں:

(الف) چھڑی (Stick): عمومی طور پر مارنے کے لئے پتلی پتلی چھڑیاں ہی استعمال کی جاتی ہیں، جو بید، بانس یا دوسرے درختوں کی شاخیں ہوا کرتی ہیں؛ البتہ بعض غیر شعور اساتذہ ڈنڈوں سے بھی خاطر تواضع کرلیا کرتے ہیں، جس کا خمیازہ کبھی بچہ کو اور کبھی ادارہ کے ذمہ داروں کو بھگتنا پڑتا ہے۔

(ب) ہاتھ (Hands): بہت سارے اساتذہ ہاتھ سے مارنے کو کافی سمجھتے ہیں، ہاتھ سے مارنے میں عموماً ''جھاپڑ'' کا استعمال کیا جاتا ہے؛ تاہم بعض اساتذہ گھونسوں سے بھی ضیافت کرتے نظر آتے ہیں۔

(ج) پیر (Legs): بعض پُر جوش قسم کے معلمین چھڑی اور ہاتھ سے دو قدم آگے بڑھ کر پیر کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

(د) جوتے چپل (Shoes & Sleepers): کبھی کبھار چھڑی کی عدم موجودگی یا اس کے ٹوٹ جانے کی صورت میں جوتے اور چپلوں سے بھی مہمان نوازی کردی جاتی ہے۔

(ھ) کوئی بھی چیز پھینک کر (To throw the things): بسا اوقات یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض پڑھانے والے ہر وہ چیز طالب علم پر کھینچ مارتے ہیں، جو اُن کے ہاتھ لگ جاتی ہے، کبھی ڈسٹر، کبھی رحل اور کبھی قلم دان وغیرہ، ایسی صورت میں بعض دفعہ طالب علم بری طرح زخمی بھی ہوجاتا ہے۔

۲- گوش مالی: کبھی کبھی معلم طالب علم کی کسی غلطی پر کان کھینچنے یا مروڑنے کو کافی سمجھتا

ہے؛ تاہم بعض دفعہ اس میں اتنی سختی آجاتی ہے کہ کان کی جڑ سے خون بھی نکل آتا ہے۔

۳- قیام: بعض دفعہ طالب علم کو اس کی کسی غلطی پر کھڑا کر دیا جاتا ہے، اس کی بھی مختلف شکلیں ہوتی ہیں:

(الف) کتاب لے کر۔

(ب) کان پکڑوا کر۔

(ج) ایک پیر پر۔

(د) بنچ پر۔

۴- رکوع: جس طرح سزا کی ایک شکل قیام ہوتی ہے، اسی طرح رکوع بھی سزا کی ایک شکل ہوتی ہے، ایسی صورت میں بعض دفعہ پیٹھ پر کوئی چیز، جیسے: پانی سے لبریز گلاس یا اینٹ وغیرہ؛ حتیٰ کہ بعض غیر ذی عقل لوگ جوتے چپل بھی رکھوا دیتے ہیں، پھر ان چیزوں کے گرنے پر مار بھی پڑتی ہے، اسی طرح بسا اوقات رکوع کی حالت میں پٹائی بھی کی جاتی ہے، یہ سوچے سمجھے بنا کہ ایسی صورت میں ریڑھ کی ہڈی میں بھی چوٹ آسکتی ہے۔

۵- اُٹھک بیٹھک: بعض غلطی پر طالب علم سے اُٹھک بیٹھک کروایا جاتا ہے، اکثر اٹھک بیٹھک کان پکڑوا کر کرایا جاتا ہے، پھر یہ کبھی تو فرداً ہوتا ہے اور کبھی اجتماعی طور پر۔

۶- کرسی نما: کرسی تو عموماً لکڑیوں کی بنتی اور بنائی جاتی ہے؛ لیکن کبھی انسان کو بھی کرسی نما بننا پڑتا ہے، اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ طالب علم کا اوپری دھڑ بالکل سیدھا رہتا ہے، جب کہ پیر آدھے موڑ دئے جاتے ہیں، اس طرح وہ کرسی نما بن جاتا ہے، پھر بعض دفعہ رانوں پر کوئی وزنی چیز بھی رکھ دی جاتی ہے۔

۷- مرغا: بسا اوقات طالب علم کو مرغا بنایا جاتا ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ

طالب علم جھک کر اپنا سر اپنے پیروں کے درمیان کر کے ہاتھ پیچھے کی جانب سے آگے کی جانب نکال کر کان پکڑتا ہے اور اس طرح وہ پولٹری فارم کا بڑا مرغا بن جاتا ہے۔

۸- حلق: کبھی کبھی طالب علم کے سر کو کٹی ہوئی کھیتی کی مانند بنا کر بھی سزا دی جاتی ہے۔

۹- نان بندی: رہائشی (Residential) اداروں میں بعض غلطیوں پر طالب علم کا نان ونفقہ ہی بند کر دیا جاتا ہے۔

۱۰- اخراج: کبھی طالب علم کی غلطی اس قدر سنگین ہوتی ہے کہ ادارہ سے نام کاٹنے کے سوا چارہ نہیں رہا جاتا، ایسی صورت میں نام کاٹ دیا جاتا ہے، جسے اصطلاح میں ''اخراج'' کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، پھر بعض طالب علم کی غلطی کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے اخبارات میں بھی تفصیل شائع کر دی جاتی ہے؛ تاکہ دوسرے ادارہ کو بھی اس کی اطلاع ہو جائے۔

۱۱- التوائے اسم: کبھی کسی غلطی پر طالب علم کا نام موقوف کر دیا جاتا ہے، پھر معافی تلافی کے بعد بحال کر دیا جاتا ہے۔

۱۲- ذہنی ٹارچر: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب علم کو ظاہری طور پر کوئی سزا نہیں دی جاتی؛ البتہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر پریشان رہتا ہے، مثلاً: اس کے ساتھ سوتیلا سلوک روا رکھا جاتا ہے، ہر جگہ اسے نظر انداز (Ignore) کیا جاتا ہے، اس کے ساتھ بات چیت بند کر دی جاتی ہے، گویا وہ سب کے ساتھ رہتے ہوئے تنہا ہو جاتا ہے۔

۱۳- نقل وتحریر: کبھی ہوم ورک پورا کر کے نہ لانے پر کئی کئی صفحات نقل کرنے کی سزا دی جاتی ہے۔

۱۴- نفل نمازیں: اسی طرح بسا اوقات نمازیں چھوڑنے پر نفل نمازیں بھی پڑھوائی جاتی ہیں۔

تادیب کے حدود اور قیود

تادیب ایک قسم کی تعزیر ہے اور تعزیر کے لئے کوئی تحدید نہیں کی گئی ہے، یہ مار کے ذریعہ بھی ہوسکتی ہے اور درشت روی کے ساتھ بھی، مقصد اصل میں تنبیہ ہے اور وہ جیسے حاصل ہو جائے، حد کے اندر رہتے ہوئے اپنانے کی اجازت دی گئی ہے، علامہ علی حیدر خواجہ امین آفندیؒ لکھتے ہیں:

التعزیر تادیب، وھو قد یکون بالحبس، أو الصفع، أو تعریک الاُذن، أو الکلام العنیف، أو نظر القاضی بوجه عبوس، أو الضرب. (۲۳)

تعزیر تادیب ہے، جو کبھی قید، کبھی طمانچہ، کبھی گوش مالی، کبھی درشت کلامی، کبھی طیش نگاہی اور کبھی مار کے ذریعہ ہوتی ہے۔

اسی طرح مالکی فقیہ ابوزید قیروانیؒ لکھتے ہیں:

ویرجع فی الضرب والتأدیب إلی اجتھاد المعلم، وھو یختلف باختلاف المتعلمین لاختلاف أحوالھم. (۲۴)

تادیب و مار میں استاذ کی رائے کا دخل ہوتا ہے، جو طالب علموں کے احوال کے ساتھ بدلتی ہے۔

مذکور عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تادیب اور تنبیہ کے مختلف طریقے ہیں اور معلم اپنے اجتہاد اور طلبہ کی حالت وکیفیت کے مطابق اُنھیں بروئے کار لاسکتا ہے؛ کیوں کہ ہر طالب علم کی

---

(۲۳) دررالحکام شرح مجلة الأحکام: ۲ / ۷۴–۷۵، ط: میرمحمدکتب خانه، آرام باغ، کراچی، نیز دیکھئے: المحیط البرهانی: ٤ / ٤٩٨

(۲۴) الفواکه الدوانی، باب فی احکام البیوع: ۳ / ۱۱۷٤

حالت یکساں نہیں ہوتی؛ چنانچہ بعض طلبہ کے لئے استاذ کی درشت روی ہی کافی ہوتی ہے، جب کہ بعض کے لئے مارضروری ہوتی ہے، ابن حاجبؒ لکھتے ہیں:

رُبَّ صبی یکفیه عبوسة وجهه علیه، وآخر لایرتدع إلابالکلام الغلیظ والتهدید، وآخر لاینزجر إلابالضرب. (۲۵)

بعض بچے وہ ہوتے ہیں، جن کے لئے (استاذ) کی درشت روی کافی ہوتی ہے، جب کہ بعض کے لئے سخت کلامی اور ڈانٹ ڈپٹ ضروری ہوتی ہے اور بعض کے لئے مارضروری ہوتی ہے۔

سزا کے طریقے

اب آیئے تادیب کے طریقوں اور شرعی اعتبار سے ان کی حیثیت دیکھتے چلیں:

۱- طالب علم جب کوئی غلطی کرے تو استاذ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اسے سمجھائے اور نصیحت کرے؛ کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

الدین النصیحة، قلنا: لمن؟ قال: لله ولکتابه ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم. (۲۶)

دین نصیحت (کا نام) ہے، ہم (صحابہ) نے عرض کیا: کس کے لئے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے جواب دیا: اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے ائمہ (حاکموں) کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

(۲۵) المدخل: ۲ / ۴۵۹

(۲۶) مسلم، باب بیان أن الدین النصیحة، حدیث نمبر: ۵۵

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ ''**عــامتهم**'' کا استعمال ہوا ہے، جس کے ضمن میں طالب علم بھی شامل ہے، اور عامۃ الناس کی نصیحت کے سلسلہ میں ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں:

والـنـصيـحة لعامة المسلمين: إرشادهم إلى مصالحهم وتعليمهم أمور دينهم ودنياهم. (۲۷)

عامۃ المسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ انھیں دینی اور دنیاوی امور کی تعلیم اور بھلائیوں کی رہنمائی کی جائے۔

لہٰذا طالب علم کو بھی سب سے پہلے نصیحت کی جائے اور اسے بتایا جائے کہ تمہارے لئے بہتری غلطی کے ترک کردینے میں ہے، اس کے لئے استاذ کو طالب علم کے ساتھ ایک دوست کا رول پلے کرنا چاہئے؛ تاکہ طالب علم کو بات سمجھنے میں سہولت وآسانی ہو۔

۲- طالب علم کی اصلاح کے لئے بوقتِ ضرورت درشت روی اور اعراض کی گنجائش ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ کے بارے منقول ہے:

إذا غضب أعرض وأشاح. (۲۸)

جب آپ ﷺ ناراض ہوتے تو مکمل طور پر اعراض کرتے۔

اسی طرح غزوۂ تبوک کے موقع سے جب حضرت کعبؓ بن مالک شریک نہ ہوسکے تو آپ ﷺ نے مقاطعہ کا حکم دیا، اس دوران جب وہ مسجد آتے تو آپ ﷺ اپنا رخ پھیر لیتے، خود حضرت کعبؓ روایت کرتے ہیں:

وآتـي رسـول الله ﷺ فأسـلـم عـلـيـه، وهـو في مجلسه بعد الـصـلاة، فأقول في نفسي: هل حرك شفتيه برد السلام

(۲۷) جامع العلوم والحکم: ۱ / ۸۰

(۲۸) کنز العمال، باب فی حلیة النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۱۸۵۳۵

علی أم لا؟ ثم أصلی قریباً منه فأسارقه النظر، فإذاأقبلت علی صلاتی، أقبل إلی، وإذاالتفت نحوه، أعرض عنی. (۲۹)

جب آپ ﷺ نماز کے بعد اپنی مجلس میں ہوتے تو میں آپ ﷺ کے پاس آکر سلام کرتا اور اپنے دل میں کہتا کہ کیا آپ ﷺ کے ہونٹ جواب میں ہلے یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا اور چور نظروں سے دیکھتا، جب میں نماز ﷺ میں مشغول ہوجاتا تو آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوتے اور جب میں آپ ﷺ کی طرف مڑتا تو آپ ﷺ مجھ سے اعراض کرتے۔

اِس حدیث کے ضمن میں حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں:

وفی حدیث کعب دلیل علی أنه جائز أن یهجر المرأ أخاه إذابدت له بدعة، أو فاحشة یرجوأن یکون هجرانه تأدیباً له وزجراً عنها. (۳۰)

حضرت کعبؓ کی حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ اپنے بھائی کی کسی بدعت یا برائی پر علاحدگی اختیار کرلیا جائے، جب کہ علاحدگی اس کے لئے تادیب اور برائی کے لئے توبیخ بن سکے۔

حافظ ابن عبد البرؒ کی مذکورہ عبارت سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مفارقت درست ہے، وہاں یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ یہ مفارقت تادیب اور زجر کے لئے ہو، کوئی اور مقصد کارفرما نہ ہو۔

---

(۲۹) بخاری، باب حدیث کعب بن مالك، حدیث نمبر: ٤٤١٨

(۳۰) التمهید، قصة کعب بن مالك: ٦ / ١١٨

۲- اگر نصیحت کے بعد بھی طالب علم غلطی کرے تو استاذ کو چاہئے کہ اسے ڈانٹے؛ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسنؓ نے صدقہ کا کھجور منھ میں ڈال لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

کخ کخ، أما تعرف أنالاناکل الصدقة. (۳۱)

تھوتھو، کیا تمہیں معلوم نہیں ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

علامہ عینیؒ کلمہ ''کخ کخ'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

وھی کلمةتزجر بهاالصبیان عندمناولة مالاینبغی الإتیان به. (۳۲)

''کخ کخ'' ایسا کلمہ ہے، جس کے ذریعہ سے بچوں کو اس وقت ڈانٹا جاتا ہے، جب وہ غیر مناسب حرکتیں کرتے ہیں۔

۳- طالب علم کی کسی غلطی پر بسا اوقات گوش مالی کی جاتی ہے، تادیب کے لئے ایسا کرنے کی اجازت ہے، تاہم گوش مالی اس طرح نہ کی جائے، جس سے طالب علم کے کان جڑ سے اُکھڑ جائیں، تنبیہ کے لئے گوش مالی کی اجازت مندرجہ ذیل واقعہ سے ثابت ہوتی ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

بت لیلة عند خالتی میمونة بنت الحارث، فقلت لها: إذاقام رسول الله ﷺ فأیقظینی، فقام رسول الله ﷺ، فقمت إلی جنبه الأیسر، فأخذ بیدی، فجعلنی من شقه الأیمن، فجعلت إذاأغفیت یأخذ بشحمة أذنی. (۳۳)

---

(۳۱) بخاری، باب من تکلم بالفارسیة والرطانة، حدیث نمبر:۳۰۷۲

(۳۲) عمدة القاری، باب مایذکرفی الصدقة للنبی: ۹/۱۲٤، ط:دارالکتب العلمیة، بیروت ۲۰۰۱ء

میں نے اپنی خالہ میمونہ بنت حارث کے پاس رات گزاری
تو میں نے ان سے کہا: جب رسول اللہ ﷺ قیام (لیل)
کریں تو مجھے جگادیں؛ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے
تو میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا
اور دائیں جانب کردیا؛ چنانچہ جب مجھے اونگھ آتی تو آپ ﷺ
میرے کان کی لو پکڑتے (اور بیدار کرتے)۔

مسلم ہی کی دوسری روایت میں ''**یفلتھا**'' کا لفظ بھی آیا ہے، جس کے معنی ''مروڑنے'' کے آتے ہیں، یعنی جب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اونگھتے تو حضور ﷺ ان کے کان مروڑتے۔

اسی طرح حضرت ابوسعد شرحبیل بیان کرتے ہیں کہ:

أنه دخل الأسواف موضع المدينة، فاصطاد بها نهسا يعني: طيرا، فدخل عليه زيد بن ثابت، وهو معه، قال: فعرك أُذني، ثم قال: خلِّ سبيله لاام لک، أماعلمت أن رسول الله ﷺ حرّم صيد مابين لابتيها. (۳۴)

وہ مدینہ منورہ کے مقام اسواف میں پہنچے تو وہاں ایک پرندہ
کا شکار کیا، حضرت زید بن ثابتؓ ان کے ساتھ تھے، وہ ان کے
پاس پہنچے، (حضرت شرحبیل کہتے ہیں کہ) انھوں نے میرا کان
مروڑا اور کہا: اس کا راستہ چھوڑ دو، تیری ماں نہ رہے، کیا تجھے
معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حرۂ مدینہ کے مابین شکار کرنے

(۳۳) صحیح مسلم، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامه، حدیث نمبر: ۷۶۳

(۳۴) السنن الکبری للبیهقی، باب ماجاء فی حرم المدینة، حدیث نمبر: ۱۰۲۶۳

سے منع فرمایا ہے؟

اس اثر میں بھی بطور تنبیہ کے گوش مالی کی بات کہی گئی ہے، جس سے اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ گوش مالی کی اجازت دیتے ہوئے فقہاء رحمہم اللہ لکھتے ہیں:

التعزير تاديب، وهو قد يكون بالحبس، أو الصفع، أو تعريك الأُذن. (۳۵)

تعزیر تادیب ہے، اور وہ کبھی قید، کبھی طمانچہ اور کبھی گوش مالی کے ذریعہ ہوتا ہے۔

۴- تادیب اور اصلاح کی غرض سے طالب علم کو مارا بھی جا سکتا ہے؛ لیکن اُس کے دائرہ کا خیال رکھتے ہوئے، جس کی طرف حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع سے مرد وعورت کے حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحداً تكرهونه، فإن فعلن ذلك فاضربوهن ضرباً غير مبرح. (۳۶)

اور تمہارے ان پر حقوق یہ ہیں کہ وہ ایسے لوگوں سے اپنے بستروں کو نہ رندوائیں، جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو غیر سخت مار مارو۔

بخاری کی ایک دوسری حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

بم يضرب أحدكم امرأته ضرب الفحل أو العبد، ثم لعله

---

(۳۵) درر الحكام: ۲ / ۷۴-۷۵، ط: میر محمد کتب خانه، آرام باغ، کراچی، نیز دیکھئے: المحيط البرهاني: ۴ / ۴۹۸

(۳۶) مسلم، باب حجة النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۱۲۱۸

یعانقها. (۳۷)

تم میں سے کوئی شخص کیوں اپنی بیوی کو جانور یا غلام کی طرح مارتا ہے؟ شاید کے اس کے ساتھ معانقہ کرے۔

اس حدیث کی تشریح میں علامہ صنعانیؒ لکھتے ہیں:

إنها دالة على جواز الضرب، إلا أنه لايبلغ ضرب الحيوانات والمماليك. (۳۸)

یہ (حدیث) مار کے جواز پر دلالت کرتی ہے؛ البتہ غلاموں اور جانوروں کی طرح نہیں نہ مارا جائے۔

انہی احادیث کی روشنی میں فقہائے امت نے طالب علم کی مار کے لئے بھی درج ذیل آداب وحدود بتلائے ہیں:

۱- چہرے پر نہ مارا جائے؛ کیوں کہ یہ اُن نازک اعضاء میں سے ہے، جس سے انسان کا حسن وجمال متعلق ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إذاقاتل احدكم فليجتنب الوجه. (۳۹)

جب تم میں سے کوئی جھگڑا کرے تو چہرے سے بچے۔

اس حدیث کے ضمن میں امام نوویؒ لکھتے ہیں:

قال العلماء: هذاتصريح بالنهى عن ضرب الوجه؛ لأنه

(۳۷) بخاری، باب قول الله تعالىٰ: يا أيها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم ......، حدیث نمبر: ٦٠٤٢

(۳۸) سبل السلام، باب القسم بين الزوجات: ۳ / ١٦٥

(۳۹) بخاری، باب إذاضرب الوجه فليجتنب، حدیث نمبر: ٢٥٥٩، مسلم، باب النهى عن ضرب الوجه، حدیث نمبر: ٢٦١٢

لطیف یجمع المحاسن، وأعضاء ه نفیسة لطیفة، وأکثر الادراک بھا فقدیبطلھا ضرب الوجه وقد ینقصھا وقد یشوہ الوجه، والشین فیه فاحش؛ لأنه بارز ظاھر لایمکن سترہ، ومتی ضربه لایسلم من شین غالباً. (۴۰)

علماء فرماتے ہیں: یہ چہرے پر مارنے کی ممانعت کی صراحت ہے؛ کیوں کہ یہ (تمام) محاسن کو جمع کرنے والا عضو ہے، اس کے اجزاء نہایت لطیف ونفیس ہیں، جن کے ذریعہ سے عمومی طور پر ادراک حاصل ہوتا ہے؛ چنانچہ چہرے پر مارنا یا تو کلیۃً اس کے حسن کو ختم کردے گا یا اس میں کمی پیدا کرے گا، جب کے بعض دفعہ اس کی وجہ سے چہرہ بگڑ جاتا ہے، نیز چوں کہ یہ بالکل نمایاں رہنے والا عضو ہے، اس کا بگاڑ واضح ہوگا اور جب بھی چہرے پر مارا جائے گا، بگاڑ سے عموماً خالی نہ ہوگا۔

نیز چہرے کے علاوہ نازک اعضاء جیسے: پیٹ، شرم گاہ، سینہ، کان کے نچلے حصہ، اور اعضائے رئیسہ جیسے: سر، نیز جوڑوں پر بھی نہ مارا جائے، حضرت علیؓ کے بارے میں منقول ہے کہ اُن کے پاس ایک شرابی کو لایا گیا تو آپ نے کوڑے مارنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

اضرب، واعط کل عضو حقه، واتق الوجه والمذاکیر. (۴۱)

مارو اور ہر عضو کو اس کا حق دو، اور چہرے اور شرم گاہ سے بچو۔

(۴۰) شرح النووی علی مسلم، باب النھی عن ضرب الوجه، حدیث نمبر: ۲٦۱۲

امام ابوبکر بن علی بن محمد الحدادیمنیؒ لکھتے ہیں:

(إلارأسه‘ ووجهه وفرجه) لأن الفرج مقتل، والرأس مجمع الحواس، فربمايختل بالضرب سمعه، أو بصره، أو شمه، أوذوقه، ويجتنب الصدر والبطن ايضاً؛ لأنه مقتل. (۴۲)

(سوائے سر، چہرہ اور شرم گاہ کے) کیوں کہ شرم گاہ میں مارنا ہلاکت کا باعث ہوتا ہے، جب کہ سر حواس (خمسہ) کا مرکز ہے؛ چنانچہ سر میں مارنے سے سماعت، بینائی، قوت شامہ، یا پھر ذوقِ حس کے ختم ہوجانے کا قوی امکان ہے،(نیز) پیٹ اور سینہ پر مارنے سے بھی بچا جائے؛ کیوں کہ یہ بھی ہلاکت کا باعث ہے۔

علامہ بہوتیؒ لکھتے ہیں:

يجتنب الوجه تكرمةً له‘، ويجتنب البطن والمواضع المخوفة خوف القتل، ويجتنب المواضع المستحسنة؛ لئلا يشوهها. (۴۳)

چہرے سے اس کی شرافت اور احترام کی وجہ سے بچا جائے، اسی طرح پیٹ اور اُن نازک جگہوں سے بھی بچا جائے، جو ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں، نیز حسن وجمال کی جگہوں سے بھی بچا جائے؛ تاکہ حسن ختم نہ ہوجائے۔

---

(۴۱) مصنف ابن ابی شیبه، باب ماجاء فی الضرب فی الحد، حدیث نمبر: ۲۹۲۶۸

(۴۲) الجوهرة النيرة، كتاب الحدود: ۲ / ۲۴۱

(۴۳) كشاف القناع للبهوتی، فصل فی النشوز: ۴ / ۱۸۴، نیز دیکھئے: حاشية الدسوقی: ۴ / ۳۵۴، رد المحتار: ۶ / ۱۳۱، المهذب: ۲ / ۸۹، تحرير المقال، ص: ۷۳، الرسالة المفصلة للقابسی، ص: ۱۷۰ — ۱۷۱

۲- اس بری طرح سے نہ مارا جائے، جس سے طالب علم زخمی ہوجائے، یا خون نکل آئے، یا جسم پر داغ پڑ جائے، یا پھر ہڈی ٹوٹ جائے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لایجلد أحدکم امرأته جلد العبد. (۴۴)

تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کے مارنے کی طرح نہ مارے۔

حافظ ابن حجرؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

......وأنه ان کان ولابد فلیکن التأدیب بالضرب الیسیر. (۴۵)

اگر (تادیب میں) مار ضروری ہو تو ہلکی مار سے ہونی چاہئے۔

درج بالا حدیث سے استشہاد اس طور پر ہے کہ بیوی پر یک گونا شوہر کو ملکیت حاصل ہوتی ہے، اس کے باوجود صرف ''ہلکی مار'' کے ذریعہ سے تادیب کی اجازت دی گئی ہے، جب کہ طالب علم پر اس طرح کی ملکیت بھی حاصل نہیں ہوتی تو اس کے مارنے میں بدرجۂ اولیٰ ''ہلکی مار'' کی ہی اجازت ہوگی، یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے صراحتاً ''ضربِ فاحش'' سے منع کیا ہے؛ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

(ضربافاحشا)قیدبه؛ لأنه لیس له أن یضربهافی التأدیب ضربافاحشا، وهوالذی یکسر العظم ، أویخرق الجلد، أویسوده. (۴۶)

---

(۴۴) بخاری، باب مایکره من ضرب النساء، حدیث نمبر: ٥٢٠٤

(۴۵) فتح الباری، باب مایکره من ضرب النساء: ٩ / ٣٠٣

(۴۶) ردالمحتار: ٦ / ١٣١، نیز دیکھئے: المجموع: ١٨ / ١٣٨، بلغة السالك لأحمدالصاوی: ١ / ٤٠٧، تحریرالمقال، ص: ٧، المغنی: ٩ / ٧٤٤

مار کو فاحش سے یہ بتانے کے لئے مقید کیا کہ تادیب میں 'ضرب فاحش' درست نہیں، اور 'ضرب فاحش' یہ ہے کہ اس سے ہڈی ٹوٹ جائے، یا جلد پھٹ جائے، یا کالی ہو جائے۔

۳- ڈنڈے اور چمڑے کے پیلٹ وغیرہ سے نہ مارا جائے؛ بل کہ اس کے لئے پتلی پتلی چھڑیاں استعمال کی جائیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو اپنی قسم پوری کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَخُذْبِيَدِكَ ضِغْثاًفَاضْرِبْ بِه. (ص: ۴۴)

اور اپنے ہاتھ میں پتلی چھڑیاں لو، پھر اس سے مارو۔

دراصل حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی اہلیہ کو کسی کام کا حکم دیا، جس کی انجام دہی میں تاخیر ہوگئی اور حضرت داؤد علیہ السلام ناراض ہوئے اور کہا: بیماری سے شفایابی کے بعد میں ضرور سو مار ماروں گا (تفسیر رازی، برتفسیر سورۂ ص:۴۴) —— مارنے کی یہ قسم تنبیہ کے لئے ہی تھا؛ چنانچہ مفسر قرطبیؒ لکھتے ہیں:

تضمنت هذه الآية جواز ضرب الرجل امرأته تأديبا. (۴۷)

یہ آیت مرد کا اپنی بیوی کو تادیب کے طور پر مارنے کے جواز کو شامل ہے۔

چوں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ سو مار مارنے سے کہیں زیادہ نقصان نہ ہو جائے؛ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ترکیب بتلائی کہ سو 'ضغث' لے کر مارو، اس طرح

(۴۷) الجامع لأحكام القرآن: برتفسير سورۂ ص: ١٥:٤٤ / ٢١٣

قسم پوری ہوجائے گی، اور ''ضغث'' کسے کہتے ہیں؟ امام ابوبکر جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:

والضغث هو ملء الكف من الخشب أو السياط أو الشماريخ ونحو ذلك. (۴۸)

''ضغث'' سے مراد مٹھی بھر لکڑی، کوڑے یا پتلی شاخیں ہیں۔

اِس آیت سے جہاں دوسری چیزیں ثابت ہوتی ہیں، وہاں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ بطور تنبیہ کے پتلی پتلی چھڑیاں استعمال کی جانی چاہیے —— علامہ بہوتیؒ لکھتے ہیں:

يضرب بها بدرة أو مخراق، وهو منديل ملفوف، لا بسوط ولا بخشب؛ لأن المقصود التأديب وزجرها، فيبدأ فيه بأسهل فأسهل. (۴۹)

اسے (اپنی بیوی کو) معمولی قسم کے کوڑے یا کپڑا موڑ کر مارے، کوڑے اور لکڑی سے نہ مارے؛ کیوں کہ مقصود تادیب اور تنبیہ ہے، لہٰذا سہل سے سہل ترین چیز سے ابتدا کرے۔

''درۃ'' سے مراد کیا ہے؟ علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ لکھتے ہیں:

الدرة بكسر الدال المهملة وتشديد الراء المهملة وفتحها، هي التي يضرب بها، ويشبه أن يكون بدرة الكتاب التي يؤدب بها المعلم صبيانه، فكأنه يشير إلى صغرها. (۵۰)

---

(۴۸) احکام القرآن، ۵ / ۲۵۸

(۴۹) كشاف القناع: ٤ / ١٨٥

(۵۰) عون المعبود، باب فی تزویج من لم یولد: ٦ / ٩٣

'دِرَّہ'(دال کے زیر اورراء کی تشدیدوفتح کے ساتھ)سے مراد وہ ہے،جس کے ذریعہ ماراجاتاہے،اوریہ اس 'درۃ الکتاب'(معلمین کادرہ)کے مشابہ ہوتاہے،جس سے معلم بچوں کی تادیب کرتے ہیں،گویااس کے چھوٹے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

۴- مارنے میں بچہ کی حالت، اس کی عمر، اس کی طاقت اوراس کے جرم کالحاظ رکھا جائے؛چنانچہ حضرت امام ابوالقاسم بن احمد برزالی مالکیؒ لکھتے ہیں:

وفی الصبیان القوی والضعیف، فیضرب علی قدرطاقته وجرمه، فلیس الإجرام منهم سواء.(۵۱)

(اورمارنے میں)کمزوراورطاقت وربچوں کالحاظ رکھاجائے؛ چنانچہ اُن کی طاقت اورجرم کےاعتبارسے ماراجائے؛کیوں کہ ہرایک کاجرم یکساں نہیں ہوتا۔

۵- تین چھڑیوں سے زیادہ نہ ماراجائے؛چنانچہ علامہ ابن بطالؒ غارِحراء کے اُس واقعہ سے،جس میں حضوراکرم ﷺ کوحضرت جبریلؑ نے تین مرتبہ اپنے سینے سے بھینچاتھا،بعض لوگوں کےاستدلال کونقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد استدل بعض الناس من هذالحدیث أن یؤمرالمؤدب أن لایضرب صبیاً أکثرمن ثلاث ضربات. (۵۲)

بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیاہے کہ مؤدِّب کوتین چھڑی سے زیادہ نہ مارنے کاحکم دیاجائے۔

---

(۵۱) فتاوی البرزلی: ۳ / ۷۴۵

(۵۲) شرح البخاری: ۱ / ۳۷، ط: مکتبۃ الرشید ریاض

الا یہ کہ جرم بڑھا ہوا ہو یا بار بار ایک ہی غلطی کو دہرائے، ایسی صورت میں دس چھڑیوں سے زیادہ نہ مارا جائے؛ تاہم اگر اس سے زیادہ مار کی ضرورت پیش آجائے تو اس کی بھی گنجائش ہے: علامہ صاویؒ لکھتے ہیں:

فإن يفد(الوعيد) فالضرب بالسوط من واحد إلى ثلاثة ضرب ايلام دون تأثير فى العضو، فإن لم يفد زاد إلى العشرة، فإن لم يفد فلابأس بالزيادة عليها. (۵۳)

اگر ڈانٹ مفید نہ ہو تو ایک کوڑے (چھڑی) سے تین کوڑے اس طرح مارے، جو تکلیف دہ تو ہو؛ لیکن عضو پر اثر انداز (داغ) نہ ہو، اگر تین بھی مفید نہ ہو تو دس تک مارے اور اگر یہ بھی غیر مفید ہو تو دس سے زیادہ مارنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

۶- ایسی چیز سے نہ مارا جائے، جس سے بچہ کی توہین ہوتی ہو، مثلاً: جوتے چپل سے نہ مارا جائے؛ چنانچہ امام سرخسی اور ابوالیسر رحمہما اللہ نے سر کے پچھلے حصے پر اہانت کی وجہ سے ہی مارنے کو ناپسند کیا ہے، ابن نجیم مصریؒ ان کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وذكر ابو اليسر والسرخسى أنه لا يباح التعزير بالصفع؛ لأنه من اعلى مايكون من الإستخفاف، فيصان عنه اهل القبلة، كذا فى المجتبى. (۵۴)

ابوالیسر اور سرخسی (رحمہما اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ "صفع" (سر کے

(۵۳) بلغة السالك لأحمد الصاوى: ۳ / ۴۸۶، نیز دیکھئے: التاج والإكليل، باب الصلاة: ۱ / ۴۱۲، المدخل للعبدرى: ۲ / ۳۱۷

(۵۴) البحر الرائق، فصل فى التعزير: ۵ / ۶۸

پچھلے حصے پر چپت رسید کرنا) درست نہیں؛ کیوں کہ اہانت کی یہ انتہائی قسم ہے، لہٰذا اہل قبلہ کو اس سے بچایا جائے گا۔

حدیث سے بھی اس کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے؛ چنانچہ حضور ﷺ نے عورتوں کے حقوق کو بتلاتے ہوئے فرمایا:

ولاتضرب الوجه، ولاتقبح. (۵۵)

اور نہ تو چہرے پر مارو اور نا ہی برا بھلا کہو۔

اس حدیث کے ضمن میں محمد بن صالح بن عثیمین ؒ لکھتے ہیں:

ویشمل النهی عن التقبیح الحسی والمعنوی. (۵۶)

برا بھلا کہنے میں حسی اور معنوی کی ممانعت بھی شامل ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جوتے اور چپل سے مارنا برا بھلا کہنے سے بڑھ کر ہے؛ اس لئے اس کی ممانعت تو بدرجۂ اولیٰ ہوگی۔

۷- ایک ہی جگہ پر مسلسل نہ مارا جائے؛ کیوں کہ اس سے طالب علم کو کئی قسم کے نقصانات ہو سکتے ہیں، علامہ ابن مازہ ؒ لکھتے ہیں:

یجب التفریق علی الأعضاء؛ لئلا تصیر الإقامة فی موضع واحد سببالفساد ذلک الموضع. (۵۷)

(مارتے وقت) مختلف اعضاء پر مارنا ضروری ہے؛ تا کہ ایک ہی

(۵۵) جامع الأصول فی أحادیث الرسول، الکتاب السابع: فی الصحبة، الفرع الثانی: فی حق المرأة علی الزوج، حدیث نمبر: ۴۷۱۹

(۵۶) شرح ریاض الصالحین، باب الوصیة بالنساء: ۱ / ۳۲۷

(۵۷) المحیط البرهانی: ۴ / ۴۹۸، الحاوی فی فقه الشافعی، باب نشوز المرأة: ۹ / ۵۹۹

جگہ مارنے کی وجہ سے کوئی خرابی لازم نہ آئے۔

۷- انتقامی جذبہ کے تحت یا غصہ کی حالت میں نہ مارا جائے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں ایک استاذ راہِ سداد سے دور ہٹ سکتا ہے، جس کے نتیجہ میں طالب علم کی تنبیہ مفقود ہوسکتی ہے کہ غصہ آگ کا انگارہ ہوتا ہے، جو اپنے راستہ کی چیز کو راکھ کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غصہ کی حالت فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

لایقضینّ حکَم بین اثنین وهو غضبان.(۵۸)

کوئی حاکم (ثالث) غصہ کی حالت میں ہرگز فیصلہ نہ کرے۔

اس حدیث کے ضمن میں علامہ عینیؒ نے امام مہلب کے حوالہ سے لکھا ہے:

سبب هذا النهی: أن الحكم حالة الغضب قد يتجاوز إلى غير الحق، فمنع.(۵۹)

اِس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں حد سے تجاوز ہوجائے گا؛ اس لئے منع کیا گیا ہے۔

اور ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں:

فيه النهی عن الحكم حالة الغضب لمايحصل بسببه من التغير الذی يختل به النظر.(۶۰)

اس حدیث میں غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنے کی ممانعت ہے؛ کیوں کہ ایسی حالت میں مزاج بدل جاتا ہے، جو غور وفکر میں

(۵۸) بخاری، باب هل يقضی القاضی أويفتی، وهوغضبان؟ حدیث نمبر:۷۱۵۸

(۵۹) عمدة القاری، باب هل يقضی القاضی أويفتی، وهوغضبان؟ حدیث نمبر:۷۱۵۸

(۶۰) فتح الباری، باب هل يقضی القاضی أويفتی، وهوغضبان؟ ۱۳ / ۱۳۷

خلل انداز ہوجاتا ہے۔

۸- طالب علم کی پہلی غلطی پر ہی نہ مارنا شروع کرے؛ بل کہ پہلے تنبیہ کرے، پھر نصیحت سے کام لے، پھر سزا دینے کی دھمکی دے، جب یہ چیزیں کارگر ثابت نہ ہوں تو اب مارنے کی گنجائش ہے؛ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی مسجد نبوی میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے لگے تو صحابہ اسے روکنے کے لئے دوڑے، آپ ﷺ نے منع فرمایا، جب وہ دیہاتی پیشاب سے فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ نے انھیں بلایا اور اس سے فرمایا:

إن هذه المساجد لاتصلح لشئ من هذاالبول ولاالقذر، إنماهي لذكرالله عزوجل والصلاة وقراءة القرآن. (٦١)

بلاشبہ یہ مسجدیں گندگی اور بول وبراز کے لئے نہیں ہیں، یہ تو ذکر واذکار، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہیں۔

مذکورہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غلطی کرنے والے کو پہلے سمجھانا چاہئے، پہلی ہی غلطی پر مارنا نہیں چاہئے، جیسا کہ آپ ﷺ نے دیہاتی شخص کے ساتھ کیا۔

۹- مار سے چوں کہ اصلاح مقصود ہوتی ہے، لہٰذا اُسی وقت مارنے کی اجازت ہے، جب کہ غالب گمان ہو کہ بچہ اس سے تنبیہ حاصل کرے گا؛ چنانچہ امام حطاب مالکیؒ لکھتے ہیں:

وهكذا ذكر في الصبي إذاظن أن الضرب لايفيد فيه شيئاً، فإنه لايضرب. (٦٢)

اسی طرح بچے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب مار کے مفید نہ ہونے کا گمان ہو تو اس وقت نہ مارا جائے۔

---

(٦١) صحيح مسلم، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات...... حدیث نمبر: ٢٨٥

(٦٢) مواهب الجليل لشرح مختصرالخليل، فصل في القسم بين الزوجات:٥ / ٢٦٣

۱۰- مارنے میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ استاذ خود مارے، کسی طالب علم سے مارنے کے لئے نہ کہے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں آپسی نزاع کا قوی امکان ہے۔

اگر طالب علم کو جسمانی نقصان ہو جائے؟

مارنے کی وجہ سے بسا اوقات طالب علم کو نقصان ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں کیا استاذ پر جرمانہ لازم ہوگا؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ایک اصولی بات سمجھ لینی چاہئے کہ مار سے مقصود طالب علم کی تنبیہ ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جب تک مارا نہ جائے، یہ مقصد حاصل ہی نہ ہو سکے گا؛ اس لئے مار کی وجہ سے نقصان کی صورت میں مار کی کیفیت اور کمیت پر غور کیا جائے گا، اگر مار مشروع طریقہ پر عرف وعادت کے مطابق ہو تو ایسی صورت میں استاذ پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا؛ لیکن اگر مار مشروع طریقہ سے ہٹ کر اور عرف وعادت کے مطابق نہ ہو تو استاذ ضامن ہوگا، امام ابوبکر بن علی بن محمد الحدادیمنیؒ لکھتے ہیں:

قال اصحابنا جميعاً في المعلم والأستاذ الذي يسلم إليه الصبي في صناعة، إذا ضرباه بغير إذن أبيه، أو وصيه، فمات ضمنا، وأما إذا ضرباه بإذن الأب، أو الوصي لم يضمنا، وهذا إذا ضرباه ضربا معتاداً يُضرب مثله، أما إذا لم يكن كذلك، ضمنا على كل حال. (۶۳)

ہمارے تمام اصحاب معلم اور اس استاذ کے بارے میں کہتے ہیں، جس کے سپرد بچہ کو کاری گری سیکھنے کے لئے کیا گیا ہو، اگر یہ

(۶۳) الجوهرة النيرة، كتاب الإجارة، ۱ / ۳۲۱ نیز دیکھئے: المجموع، كتاب الغصب: ۱۴ / ۲۷۶، الحاوي في الفقه الشافعي: ۱۲ / ۳۳۹، المغني، لايبلغ بالتعزير الحد: ۱۰ / ۳۲۴، منح الجليل، باب في بيان حد شارب المسكر وأشياء توجب الضمان: ۹ / ۳۵۸

حضرات بچہ کے والد یا وصی کی اجازت کے بغیر ماریں، جس کے نتیجہ میں بچہ کا انتقال ہوجائے تو دونوں ضامن ہوں گے؛ تاہم اگر والد یا وصی کی اجازت سے مارا ہو، اور بچہ کا انتقال ہوجائے تو دونوں ضامن نہیں ہوگے، اور یہ اس وقت ہے، جب کہ عرف وعادت کے مطابق مارا ہو، اگر عرف وعادت سے ہٹ کر مارا ہو تو ہر حال میں (خواہ اجازت لے یا نہ لے) دونوں ضامن ہوں گے۔

نیز اگر طالب علم استاذ کی مار کی وجہ سے زخمی ہوجائے یا ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے تو ایسی صورت میں بھی یا تو (اسلامی حکومت میں) بدلہ لیا جائے گا، یا پھر تاوان لیا جائے گا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاص.

(المائدة: ٤٥)

اور ہم نے ان پر لازم کردیا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ہے اور زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔

اسی لئے فقہاء ایسی صورت میں اساتذہ کی تعزیر کی بات کرتے ہیں، علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

وكذا المعلم إذا ضرب الصبى ضرباً فاحشاً يعزر. (٦۴)

اسی طرح معلم، جب بچہ کو بری طرح (ضرب فاحش) سے مارے (جس کی وجہ سے اسے نقصان ہوجائے) تو اس کی تعزیر کی

(٦۴) الدرالمختار، ص: ٣٢٠، ط: دارالکتب العلمية، بيروت ٢٠٠٢ء

جائے گی۔

کن لغزشوں پر مارا جائے؟

درج ذیل امور کے ارتکاب پر طالب علم کو مارا جاسکتا ہے:

۱- سبق یاد نہ کرنے پر۔

۲- گھر کے کام (Home Work) نہ کر کے آنے پر۔

۳- عبادات کے چھوڑنے پر، جیسے: نماز نہ پڑھے۔

۴- حرام کے ارتکاب پر، جیسے: جھوٹ، غیبت، چغلخوری اور چوری وغیرہ پر۔

۵- بداخلاقی اور بروں کی صحبت اختیار کرنے پر۔

۵- تادیب کے طور پر قیام، رکوع، اُٹھک بیٹھک اور کرسی نما سزاؤوں کی بھی گنجائش ہے؛ کیوں کہ یہ چیزیں مار کے مقابلہ میں ہلکی ہوتی ہیں اور جب مار کی گنجائش ہے تو اِن چیزوں کی گنجائش تو بدرجۂ اولیٰ ہوگی؛ البتہ یہ سزائیں بھی محدود وقت کے لئے ہی دی جائیں، بہت طویل وقت کے لئے ایسا نہ کیا جائے، نیز ''مرغا'' بنانے جیسی سزاؤوں سے احتراز کیا جائے؛ کیوں کہ بقول استاذ محترم حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی ''یہ مسخ کی ایک شکل ہے، جب کہ مسخ کی سزا کو اس امت سے اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا ہے''۔

٦- بطور تادیب کے طالب علم کا حلق کرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں طالب علم کی غلطی کو دیکھا جائے گا، اگر طالب علم کی غلطی معمولی قسم کی ہے تو حلق کرانے کی گنجائش نہیں؛ چنانچہ حضرت عامر شعبیؒ فرماتے ہیں:

حلق الرأس فی العقوبة بدعة. (٦٥)

---

(٦٥) مصنف ابن ابی شیبة، باب من کرہ حلق الرأس فی العقوبة، حدیث نمبر: ٢٩٢٣٥

سزا میں سر مونڈنا بدعت ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

جعل الله حلق الرأس سنة ونسكاً، فجعلتموه نكالا وزدتموه فى العقوبة.(٦٦)

اللہ تعالیٰ نے حلق رأس کو سنت اور نسک بنایا، جب کہ تم لوگوں نے عقوبت میں زیادتی کر کے اسے سزا بنادیا۔

لیکن اگر غلطی بڑی ہو تو پھر حلق کی بھی گنجائش ہے؛ چنانچہ حضرت عمر بن خطابؓ جھوٹی گواہی دینے والے کے سلسلہ میں حکم دیتے ہوئے اپنے گورنروں کو لکھتے ہیں:

يضرب أربعين سوطا، ويسخم وجهه، ويحلق رأسه، ويطال حبسه.(٦٧)

چالیس کوڑے لگائے جائیں، اس کے چہرے پر کالک پوت دی جائے، اس کا سر مونڈ دیا جائے اور اس کے قید کو بڑھا دیا جائے۔

۷- طالب علم کی بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے ذمہ داران ادارہ اُس کا نام ادارہ سے خارج کر دینا بہتر سمجھتے ہیں، کیا شرعی اعتبار سے ایسا کرنا درست ہوگا؟ اس سلسلہ میں ہمیں حضرت موسیٰؑ کی علمی زندگی سے رہنمائی ملتی ہے، جس میں حضرت خضرؑ نے منع کرنے کے باوجود حضرت موسیٰؑ کے کئی بار استفسار کے نتیجہ میں اُنھیں واپس کر دیا تھا، اس واقعہ کو قرآن مجید میں یوں نقل کیا گیا ہے:

---

(٦٦) مصنف عبدالرزاق، باب الشراب فى رمضان وحلق الرأس، حدیث نمبر:١٧٠٤٨

(٦٧) مصنف ابن ابى شيبة، باب من رخص فى حلقه وجزه، حدیث نمبر: ٢٩٢٣٧، نیز دیکھئے: السنن الكبرى للبيهقى، باب مايفعل بشاهد الزور، حدیث نمبر: ٢٠٩٩٨

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْراً ☆فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئاً إِمْراً ☆قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْراً☆قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْراً☆فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا لَقِيَا غُلَاماً فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْساً زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئاً نُّكْراً☆قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْراً ☆قَالَ إِن سَأَلْتُكَ عَن شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِن لَّدُنِّي عُذْراً☆فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَاراً يُرِيدُ أَنْ يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْراً☆قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبْراً☆(الکھف: ۷۰-۷۸)

(خضر نے) کہا کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو (شرط یہ ہے) مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر تم سے نہ

کروں ☆تو دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو (خضر نے) کشتی کو پھاڑ ڈالا۔ (موسیٰ نے) کہا کہ کیا آپ نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ سواروں کو غرق کر دیں؟ یہ تو آپ نے بڑی (عجیب) بات کی ☆ (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے؟ ☆ (موسیٰ نے) کہا کہ جو بھول مجھ سے ہوئی اس پر مواخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملے میں مجھ پر مشکل نہ ڈالئے ۔۷۳۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکا ملا تو (خضر نے) اسے مار ڈالا (موسیٰ نے) کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ شخص کو (ناحق) بغیر قصاص کے مار ڈالا (یہ تو) آپ نے بُری بات کی ☆ (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ ☆ انہوں نے کہا کہ اگر میں اس کے بعد (پھر) کوئی بات پوچھوں (یعنی اعتراض کروں) تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا کہ آ میری طرف سے عذر (کے قبول کرنے میں غایت) کو پہنچ گئے ☆ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا انہوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا پھر انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو (جھک کر) گرا چاہتی تھی خضر نے اس کو سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان سے (اس کا) معاوضہ لیتے

(تاکہ کھانے کا کام چلتا)☆ خضر نے کہا کہ اب مجھ میں اور تجھ میں علیحدگی (مگر) جن باتوں پر تم صبر نہ کر سکے میں تمہیں ان کا حال بتائے دیتا ہوں۔

علامہ آلوسیؒ اس آیت کے ضمن میں ''**التأویلات النجمیة**'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ومن آداب الشیخ أنه لوابتلی المریدبنوع من الاعتراض، أوممایوجب الفرقة، یعفو عنه مرة أومرتین، ویصفح، ولایفارقه، فإن عاد إلی الثالثة، فلایصاحبه؛ لأنه قدبلغ من لدنه عذرا، ویقول کماقال الخضر: هذافراق بینی وبینک. (۶۸)

شیخ کے آداب میں سے یہ ہے کہ اگر مرید کو کسی قسم کا اعتراض ہو یا اس سے کوئی ایسی بات پیش آجائے، جس کی وجہ سے علاحدگی ضروری ہو جائے تو ایک دو مرتبہ معاف کر دے اور جدا نہ کرے؛ لیکن اگر تیسری مرتبہ بھی وہی غلطی دہرائے تو (اب) اس کی مصاحبت میں نہ رہے، اسے جدا کر دے؛ کیوں کہ اب معذرت کا وقت ختم ہو چکا ہے، اور اس سے وہی بات کہے، جو حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہی کہ: یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائے گی ہے۔

نیز ''تغریب عام'' والی حدیث سے بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے؛ چنانچہ علامہ عینیؒ

(۶۸) تفسیرروح المعانی:سورة الکهف:۵ / ۲۱۸

لکھتے ہیں:

وقال ابراهيم النخعي وأبوحنيفة وأبويوسف ومحمد وزفر: البكر إذازني جلد مائة، ولاينفي؛ إلاأن يرى الإمام أن ينفيه للدعارة التي كانت منه، فينفيه إلى حيث أحب كماينفي الدعار غير الزناة.(٦٩)

حضرت ابراہیم نخعی، حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ باکرہ جب زنا کرے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور شہر بدر نہ کیا جائے؛ الا یہ کہ امام اس کے فساد کی وجہ سے شہر بدر کرنا ضروری سمجھتا ہو تو جہاں چاہے شہر بدر کردے، جیسا کہ دوسرے فسادی کو شہر بدر کیا جاتا ہے۔

۸- کبھی کبھی کسی غلطی پر طالب علم کا نام خارج تو نہیں کیا جاتا ہے؛ البتہ موقوف کردیا جاتا ہے؛ تاکہ اُسے غلطی کا احساس دلایا جاسکے اور معافی تلافی کرکے غلطی سے باز آجائے، اس طرح کی سزاؤوں کی بھی گنجائش ہے، اس کی نظیر ''تغریب عام'' والی حدیث ہے، جس میں کلیۃً نکال دینے کی بات کہی گئی ہے، جب کہ یہاں کلیۃً نکالا نہیں جاتا؛ بل کہ کچھ وقت کے لئے درجہ میں حاضری کی اجازت نہیں دی جاتی؛ البتہ اس طرح کی سزاؤوں میں زیادہ پریشان نہ کرنا چاہئے، ورنہ تنبیہ کے دائرہ سے نکل کر انتقام اور نفس پرستی میں داخل ہوجائے گا اور یہ درست نہیں ہے۔

۹- طالب علم کی بعض غلطی پر بسااوقات ''ذہنی ٹارچر'' کی سزا دے دی جاتی ہے، یہ

(٦٩) عمدة القاري، باب إذااصطلحوا على صلح جور، فالصلح مردود، حديث نمبر: ٦٩٦٢

درست نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ جسمانی تکلیف سے بڑھ کر اذیت ناک ہوتی ہے اور بعض دفعہ اس کے نتیجہ میں طالب علم خودکشی تک کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت نے ذہنی ٹارچر کی وجہ سے بیوی کو علاحدگی کا حق دے رکھا ہے؛ چنانچہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے شائع کتاب ''مجموعۂ قوانین اسلامی'' کی دفع اکیاسی (۸۱) میں مذکور ہے:

اگر شوہر زوجہ کو برا بھلا کہے، گالی دے، جو عورت کے لئے انتہائی تحقیر اور اذیت کا باعث ہو، یا شدید زدوکوب کرے تو اس کو حق تفریق حاصل ہے۔(۷۰)

۱۰- رہائشی اداروں میں (بالخصوص مدارس میں) بعض دفعہ طالب علم کی کسی غلطی پر ''نان بندی'' کی سزا دی جاتی ہے، اسے درست نہ ہونا چاہئے؛ کیوں کہ ایک حدیث میں ہے، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إن الرزق لاتنقصه المعصية، ولاتزيده الحسنة. (۷۱)

گناہ رزق میں کمی نہیں کرتا اور نا ہی بھلائی رزق میں اضافہ کرتی ہے (کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علمِ قدیم میں متعین ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ نان بندی کی سزا درست نہیں۔

۱۱- بعض دفعہ کسی غلطی پر طالب علم سے مالی جرمانہ وصول کیا جاتا ہے، بالخصوص مدرسی چھٹی کے بعد تاخیر سے مدرسہ پہنچنے پر، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مالی جرمانہ درست ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، اس مسئلہ پر میں نے اپنے ایک رسالہ

---

(۷۰) مجموعۂ قوانین اسلامی، ص:۱۹۹، دفعہ نمبر:۸۱

(۷۱) المعجم الصغير للطبراني، من اسمه عبد الرزاق، حدیث نمبر: ۷۰۸

''ٹریفک نظام۔۔۔احکام ومسائل''میں تفصیل سے گفتگو کی ہے، یہاں پر اسی کو نقل کیا جاتا ہے۔

مالکیہ کی رائے :

مالی تعزیر کے سلسلہ میں امام مالکؒ کا اصل مذہب یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے، علامہ صاوی مالکیؒ لکھتے ہیں :

و أما التعزير بأخذ المال ، فلا يجوز إجماعاً. (۷۲)

تعزیر مالی کا لینا بالاجماع ناجائز ہے۔

لیکن قضاء کے موضوع پر ممتاز مالکی مصنف علامہ ابن فرحون کی کتاب ''تبصرة الحکام'' میں تعزیر کا جواز نقل کیا گیا ہے :

والتعزير بالمال ، قال به المالكية . (۷۳)

مالکیہ تعزیر بالمال کے قائل ہیں۔

بعض لوگوں نے اسی قول کو مشہور قرار دیا ہے۔(۷۴)

شوافع کی رائے :

تعزیر بالمال کے سلسلہ میں امام شافعیؒ سے دو قول منقول ہیں، ایک قول عدم جواز کا ہے اور یہ امام شافعیؒ کا قول جدید ہے، دوسرا قول جواز کا ہے اور یہ ان کا قول قدیم ہے، علامہ شبراملی لکھتے ہیں :

لا يجوز التعزير بأخذ المال في مذهب الشافعي

---

(۷۲) بلغة السالك:۲۶۸/۴، نیز دیکھئے: حاشية الدسوقي:۳۷۰/۶، حاشية الصاوي على الشرح الصغير: ۵۰۵/۴

(۷۳) تبصرة الحكام:۲۰۳/۲ (ط: دارالکتب العلمیة، بیروت، نیز دیکھئے، الحسبة:۴۰)

(۷۴) دیکھئے: الموسوعة الفقهية:۲۷۰/۱۲، لفظ: تعزیر، نیز دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیه:۱۱۰/۲۸

الجديد ، وفى المذهب القديم : يجوز . (۷۵)

امام شافعیؒ کے مسلک جدید کے مطابق تعزیر بالمال جائز نہیں ہے، جب کہ ان کا قول قدیم جواز کا ہے۔

حنابلہ کی رائے :

امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک تعزیر بالمال کے قطعی عدم جواز کا ہے، علامہ ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں :

ولا يجوز قطع شئ منه ولا جرحه ، ولا أخذ ماله ، لأن الشرع لم يرد بشئ من ذلك عن أحد يقتدى به ، ولأن الواجب أدب ، والتأديب لايكون بالإتلاف. (۷٦)

تعزیر میں زخم لگانا یا کسی عضو کا کاٹنا جائز نہیں، اسی طرح مال لینا بھی جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ کسی ثقہ شخص سے ثابت نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ واجب تادیب اور تنبیہ ہے اور اتلاف سے تادیب ممکن نہیں ہے۔

تاہم دبستانِ فقہ حنبلی کے دو مایۂ ناز فرد علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم جوزیؒ نے پوری قوت سے اس کی مخالفت کی ہے اور ان لوگوں پر سخت تنقید کی ہے، جن لوگوں نے امام احمدؒ اور امام مالکؒ کی طرف تعزیر مالی کے عدم جواز کو نقل کیا ہے، علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

ومن قال : إن العقوبات المالية منسوخة ، وأطلق ذلك

---

(۷۵) حاشية الشبراملى على شرح المنهاج:۱۷۴/۷، نیز دیکھئے:الحسبة:۴۰

(۷٦) المغنى:۵۲٦/۱۲،نیز دیکھئے:الشرح الكبير مع المقنع:۴٦۰/۲٦، منتهى الإرادات للفتوحى:۱۴۳/۵، الروض المربع:۴۳۸، الإنصاف مع المقنع:۴٦۴/۲٦، المعتمد فى فقه الإمام احمد :۴۲۱/۲

عن أصحاب مالک وأحمد ، فقد غلط علی مذهبهما ، ومن قال مطلقاً من أی مذهب کان ، فقد قال قولاً بلا دلیل ، ولم یجئ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم شئ قط یقتضی أنه حرام جمیع العقوبات المالیة ؛ بل أخذ الخلفاء الراشدین وأکابر أصحابه بذلک بعد موته دلیل علی أن ذلک محکم غیر منسوخ . (۷۷)

جن لوگوں نے یہ کہا کہ مالی سزائیں منسوخ ہیں اور مطلق اصحابِ مالک واحمد کی طرف اس کی نسبت کی ہے، ان لوگوں نے ان کے مذہب کی طرف غلط نسبت کی ہے اور جن لوگوں نے مطلقاً یہ بات کہہ دی کہ کسی بھی مذہب میں مالی سزا جائز نہیں ہے، ان لوگوں کی یہ بات بالکل بلا دلیل ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہے، جو اس بات کا تقاضہ کرتی ہو کہ تمام مالی سزائیں حرام ہیں ؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ کا اس (مالی تعزیر) پر عمل رہا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غیر منسوخ ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جو لوگ تعزیر مالی کے نسخ اور عدم جواز کے قائل ہیں، دراصل ان کا مذہب کسی یقینی دلیل کی بنیاد پر نہیں ؛ بلکہ قبول اور رد کے اندازہ پر قائم ہے :

المدعون للنسخ لیس معهم کتاب ولا سنة ، ولا إجماع یصح دعواهم ، إلا أن یقول أحدهم ، مذهب

(۷۷) فتاویٰ ابن تیمیه:۲۸/۱۱۱

أصحابنا عدم جوازها ، فمذهب أصحابه عيار على القبول والرد. (۷۸)

جولوگ نسخ کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کے ساتھ نہ کتاب ہے، نہ ہی سنت اور نہ اجماع سے ہی ان کے دعویٰ کی تائید ہوتی ہے، پھر بھی ان میں سے ہر ایک یہی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب عدم جواز کا ہے، چنانچہ ان کے اصحاب کا مذہب قبول ورد کے اندازہ پر قائم ہے۔

حنفیہ کی رائے :

تعزیر مالی کے سلسلہ میں احناف کا راجح مسلک عدم جواز ہی کا ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (۷۹)

حاصل یہ ہے کہ صحیح مذہب تعزیر میں مال کا نہ لینا ہے۔

لیکن علامہ ابن ہمامؒ نے نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ تعزیر مالی کے جواز کے قائل تھے:

وعن أبي يوسف : يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال. (۸۰)

امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ سلطان کے لئے تعزیراً مال کا لینا جائز اور درست ہے۔

لیکن امام ابو یوسفؒ کے اس قول کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ بطور زجر کے ایک مدت تک حاکم اسکے مال کو اپنے پاس رکھے گا، پھر واپس کردے گا :

---

(۷۸) جامع الفقه لإبن القيم:۶/۵۰-۵۴۹، ترتیب، یسریٰ السید محمد (ط: دارالصفاء، بیروت)

(۷۹) ردالمحتار:۶/۱۰۶، نیز دیکھئے: البحر الرائق:۵/۶۸

(۸۰) فتح القدير:۵/۱۱۲، نیز دیکھئے: تاتار خانيه:۵/۱۴۰۰، البحر الرائق:۵/۶۸، بنايه شرح هدايه:۶/۳۹۱

أن معنى التعزير بأخذ المال ، إمساك شئ من ماله عنه
مدة لينزجر ، ثم يعيده الحاكم إليه. (۸۱)

تعزیراً مال لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مال لے کر زجراً کچھ
دن اپنے پاس رکھے، پھر حاکم اسے لوٹا دے۔

صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ نے امام ابو یوسفؒ کے قول جواز اور طرفین کے قول عدم جواز کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ اگر قاضی یا والی مناسب سمجھے تو تعزیراً مال لینا جائز ہے :

ألتعزير بأخذ المال ، إن برأى القاضى أو الوالى
جاز. (۸۲)

تعزیراً مال کا لینا اس وقت جائز ہے، جب قاضی یا والی اس کو بہتر
سمجھے۔

فقہ حنفی کے ممتاز فقیہ علی ابن خلیل طرابلسی نے امام ابو یوسفؒ کے قول کو ترجیح دی ہے اور ان لوگوں پر سخت تنقید کی ہے، جنھوں نے مالی سزا کو منسوخ مانا ہے :

يجوز التعزير بأخذ المال ، وهو مذهب أبى يوسف ،
وبه قال: مالك ، ومن قال: إن العقوبه المالية
منسوخة، فقد غلط على مذاهب الأئمة نقلاً
واستدلالاً، وليس بسهل دعوى نسخها. (۸۳)

مالی تعزیر کا جواز امام ابو یوسفؒ کا مسلک ہے اور اسی کے قائل

(۸۱) البحر الرائق:۶۸/۵، نیز دیکھئے: بزازية مع الهندية:۴۲۷/۶، ردالمحتار:۱۰۶/۶
(۸۲) الفتاوى التاتار خانيه:۱۴۰/۵
(۸۳) معين الحكام:۹۵

امام مالکؒ بھی ہیں اور جن لوگوں نے مالی سزاؤں کے نسخ کا دعویٰ
کیا ہے ، ان لوگوں نے مذاہب ائمہ کی طرف روایت اور
استدلال کے طور پر غلط نسبت کی ہے اور ان کے نسخ کا دعویٰ
آسان نہیں ہے۔

مذکورہ بالا فقہی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ :

۱- امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ، امام شافعیؒ (قول جدید کے مطابق) اور امام احمد بن حنبلؒ تعزیر مالی کے عدم جواز کے قائل ہیں، تاہم علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ نے امام احمدؒ کے مسلک کے مطابق احادیث وآثار سے بہت ساری ایسی مثالوں کی تخریج کی ہے، جن سے تعزیر مالی کا جواز نکلتا ہے۔

۲- امام ابو یوسفؒ، امام شافعیؒ (قول قدیم کے مطابق) اور امام مالکؒ (مشہور قول کے مطابق) تعزیر مالی کے جواز کے قائل ہیں۔

اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ عدم جواز کے قائلین کے دلائل کیا ہیں؟

ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ شریعت سے اس قسم کا ثبوت نہیں ملتا ہے، اس کا جواب علامہ ابن تیمیہؒ نے بہت ساری مثالوں کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسی سزاؤں کا ثبوت ملتا ہے۔(۸۴)

ان حضرات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر مال لینے کی اجازت دیدی جائے تو حکام من مانی کریں گے اور جس طرح چاہیں اور جتنا چاہیں گے مال وصول کریں گے، اس طرح حرام کمائی کا ایک راستہ نکل آئے گا، اس کا جواب عبدالقادر عودہ نے اپنی کتاب ''ألتشریع الجنائی الإسلامی مقارناً بالقانون الوضعی'' میں دیا ہے، وہ لکھتے ہیں :

---

(۸۴) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہؒ :۱۱۶/۲۸-۱۱۰

وفی عصرنا الحاضر حیث نظمت شئون الدولة وروعیت أموالها وحیث تقرر الھیئة التشریعیة الحد الأدنی والحد الأعلی للغرامة ، وحیث ترک توقیع العقوبات للمحاکم ، لم یعد ھنا محل للخوف من مصادرة أموال الناس بالباطل .(۸۵)

اور ہمارے زمانہ میں جب کہ حکومت کی تنظیم ہوچکی ہے اور مال کی نگرانی ہوتی ہے اور قانون نے جرمانہ کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مقدار متعین کردی ہے اور جب کہ سزاؤں کا متعین کرنا کچہریوں کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے، اب باطل طریقہ سے لوگوں کے مال کھانے کا خوف اور اندیشہ بالکل بے جا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اب مالی جرمانہ کا گویا تعامل ہوگیا ہے، ہر جگہ کسی جرم کے بدلہ میں مالی سزا ہی دی جاتی ہے اور فقہ اسلامی کی رو سے تعامل پر عمل کرنا جائز ہوجاتا ہے۔
ایک بات یہ بھی کہ مالی جرمانہ ایک تعزیر ہے اور تعزیر کے سلسلہ میں حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ حالات کی مناسبت سے جو بہتر ہوسکتا ہے، وہ سزا منظور کی جائے ،جس طرح زانی کی سزا کے متعلق ہے کہ حاکم اگر مناسب سمجھے تو جلاوطن کرسکتا ہے۔

اس پہلو سے بھی غور کرنا چاہئے کہ ہر زمانہ میں ایک ہی تعزیر ممکن نہیں ہے؛ بلکہ ہر شہر میں ممکن نہیں ہے، لہٰذا زمانہ اور شہر کے اعتبار سے بھی تعزیر میں فرق ہوتا ہے :

قال القرافی : إن التعزیر یختلف بإختلاف الأمصار والأمصار ، فرب تعزیر فی بلاد یکون إکراما فی بلد

(۸۵) ألتشریع الجنائی الإسلامی:۱/۱۰۶

أخـر كـقـلـع الـطـيـلـسـان بمصـر تعزيـر وفـي الشـام إكرام.(٨٦)

قرافی نے کہا کہ تعزیر زمانہ اور شہر کے بدلنے سے بدلتا ہے، چنانچہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک شہر میں جس کو تعزیر سمجھا جاتا ہو، دوسرے شہر میں اسی کو عزت سمجھا جاتا ہو، جیسا کہ چادر اتارنا مصر میں تعزیر شمار ہوتا ہے، جب کہ شام میں عزت تصور کیا جاتا ہے۔

بہر حال! ان وجوہ کی بناء پر موجودہ حالات میں تعزیر مالی کے جواز میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی ہے، اس لئے اسے جائز ہونا چاہئے۔

برصغیر کے ممتاز فقیہ علامہ عبدالحئی لکھنویؒ کی بھی رائے یہی تھی کہ ''تنبیہ کے لئے جرمانہ لینا جائز ہے''، (٨٧) تنبیہ کے لئے مالی جرمانہ لینے کے جواز پر امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ کا بھی فتویٰ ہے۔(٨٨)

مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مجیب اللہ ندویؒ اور استاذ گرامی قدر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ ورعاہ بھی تعزیر مالی کے جواز کے قائل ہیں، استاذ محترم تحریر فرماتے ہیں:

اس وقت اسلام کے قانونی حدود وتعزیرات کے فقدان کی وجہ سے بہت سے مسائل، جو سماجی طور پر حل کئے جاتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی وحدتیں بعض منکرات کا مقابلہ کررہی ہیں، ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ مالی جرمانوں کے ذریعہ وہ ان جرائم کی روک تھام کی سعی کریں، یوں بھی عملاً اس زمانہ میں

---

(٨٦) ألفروق: ١٨٣/٤، الفرق السادس والأربعون والمائتان

(٨٧) دیکھئے: مجموعۃ الفتاویٰ (مترجم، کتاب القضاء، استفتاء نمبر: ٢) ٥٣/٣

(٨٨) دیکھئے: فتاویٰ امارت شرعیہ: ٢٥٧/١، ٢٩٠

مالی تعزیر کی بڑی کثرت ہوگئی ہے اور ریلوے، ٹریفک، بس وغیرہ میں کثرت سے اس کا تعامل ہے؛ اس لئے راقم الحروف کا رجحان ہے کہ اس کی اجازت ہونی چاہئے۔(۸۹)

یہ تھا تعلیمی اداروں میں رائج کچھ سزاؤوں کا تذکرہ اور قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کے جواز اور عدم جواز پر ایک نظر! لیکن طالب علم کی غلطی پر ہر حال میں سزا دینا ضروری نہیں؛ بل کہ مناسب ہے کہ وعظ ونصیحت اور ترغیب وتشویق سے کام لیا جائے، خود قرآن مجید میں ''وعید'' سے زیادہ ''وعدہ'' اور ''ترہیب'' سے زیادہ ''ترغیب'' سے کام لیا گیا ہے، یہ ملکی قوانین کے پسِ منظر میں بھی زیادہ مناسب ہے، نیز نفسیات کے ماہرین کا بھی یہی خیال ہے کہ ''بچے کی ابتدائی دور کی تربیت اور نشو نما، اس کی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے، اسی طرح اگر والدین یا نگراں کی جانب سے تشدد کا طریقہ اپنایا جائے یا سزا دینے کا عمل جاری رکھا جائے تو بڑے ہوجانے کے بعد بھی اس بچے کے ذہن سے تلخ اور منفی یادیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں، جس سے زندگی متاثر ہوتی ہے''۔(www.urduvoa.com کے ایک مضمون سے ماخوذ) ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب!

خلاصۂ بحث

☆ تادیب اصلاح کی غرض سے اولیاء یا سرپرستوں کی ڈانٹ ڈپٹ اور ہلکی مار کو کہتے ہیں۔

☆ تادیب کی مشروعیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

☆ تادیب میں پہلے نصیحت، پھر اعراض اور ڈانٹ ڈپٹ، پھر آخری حربہ کے طور پر مار

(۸۹) قاموس الفقہ:۴۷۹/۲،لفظ : تعزیر، نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: جدید فقہی مسائل:۲۴۹/۳-۲۴۴،اسلامی فقہ: ۲۸۱/۳،اعلاء السنن:۶۸۸/۱۱

کے راستے کو اپنایا جائے۔

☆ مارنے میں غلطی اور بچہ کی عمر کی رعایت ضروری ہے۔

☆ مارنے میں اعضائے رئیسہ اور دیگر نازک اعضاء، جہاں مارنے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو، سے بچا جائے، نیز اسی طرح ایک ہی جگہ پر نہ مارا جائے۔

☆ انتقامی جذبہ یا غصہ کی حالت میں نہ مارا جائے۔

☆ اگر مارنے کی وجہ سے طالب علم کو جسمانی یا جانی نقصان ہو جاتا ہے تو مارنے والا اس کا ضامن ہوگا۔

☆ تادیب کے طور پر طالب علم کو ادارہ سے نکالا جاسکتا ہے۔

☆ طالب علم کو ذہنی ٹارچر کی سزا دینا درست نہیں۔

☆ تادیب کے طور پر کھانا بند کرنا بھی درست نہیں۔

☆ تادیب کے لئے مالی جرمانہ لینا جائز ہے۔

☆ طالب علم کے ساتھ ترغیب وتشویق کا معاملہ زیادہ مناسب ہے۔

☆☆☆☆☆

مراجع ومصادر

١	القرآن الكريم	٢٢	شرح البخاری لابن بطال
٢	احكام القرآن للجصاص	٢٣	التمهيد لابن عبدالبر
٣	احكام القرآن لابن العربی	٢٤	شرح مسلم للنووی
٤	احكام القرآن للقرطبی	٢٥	شرح سنن أبی داود للعينی
٥	تفسيرالخازن	٢٦	معالم السنن للخطابی
٦	القرآن العظيم	٢٧	التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوی
٧	روح المعانی	٢٨	عون المعبود
٨	التسهيل لعلوم التنزيل	٢٩	شرح رياض الصالحين للعثيمن
٩	تفسیر عثمانی	٣٠	اعلاء السنن للعثمانی
١٠	صحيح البخاری	٣١	فتح الباری
١١	صحيح مسلم	٣٢	جامع العلوم والحكم
١٢	سنن ابی داؤد	٣٣	الجوهرة النيرة
١٣	جامع الأصول فی أحاديث الرسول	٣٤	ردالمحتار
١٤	مصنف عبدالرزاق	٣٥	البحرالرائق
١٥	مصنف ابن ابی شيبة	٣٦	الفتاوی التاتار خانية
١٦	المعجم الصغير للطبرانی	٣٧	شرح فتح القدير
١٧	كنز العمال	٣٨	البناية شرح الهداية
١٨	المستدرللحاكم	٣٩	الفتاوی البزازية مع الهندية
١٩	السنن الكبری للبيهقی	٤٠	ألتشريع الجنائی الإسلامی
٢٠	سبل السلام	٤١	قاموس الفقه
٢١	عمدة القاری	٤٢	جدید فقهی مسائل

٤٣	المحيط البرهانى	٦٣	اسلامی فقه
٤٤	دررالحكام شرح مجلة الأحكام	٦٤	التاج والإكليل
٤٥	الدرالمختار	٦٥	فتاوىٰ ابن تيميه
٤٦	فتاویٰ امارت شرعیہ	٦٦	جامع الفقه لإبن القيم
٤٧	مجموعۂ قوانین اسلامی	٦٧	المدخل لابن رجب حنبلى
٤٨	مجموعۃ الفتاویٰ	٦٨	المدخل للعبدرى
٤٩	معين الحكام	٦٩	الرسالة المفصلة للقابسى
٥٠	المجموع	٧٠	فتاوى البرزلى
٥١	المهذب	٧١	منتهى الإرادات للفتوحى
٥٢	بلغة السالك لأحمدالصاوى	٧٢	الروض المربع
٥٣	حاشية الدسوقى	٧٣	تحريرالمقال
٥٤	مواهب الجليل لشرح مختصرالخليل	٧٤	ألفروق
٥٥	منح الجليل	٧٥	تبصرة الحكام
٥٦	الفواكه الدوانى	٧٦	الموسوعة الفقهيةالكويتية
٥٧	حاشية الصاوى على الشرح الصغير	٧٧	الإنصاف مع المقنع
٥٨	حاشية الشبراملى على شرح المنهاج	٧٨	المعتمد فى فقه الإمام احمد
٥٩	الحسبة	٧٩	كتاب التعريفات
٦٠	كشاف القناع للبهوتى	٨٠	معجم لغة الفقهاء
٦١	المغنى لابن قدامة	٨١	المعجم الوسيط
٦٢	الشرح الكبير مع المقنع		

مؤلف کی دیگر مطبوعات

مکتبۃ النظیر یو.کے. کی اہم مطبوعات